RNI No. - MAHURD/2011/49433

اہل السنۃ
Ahl Us Sunnah

May 2024 | مئی ۲۰۲۴ء

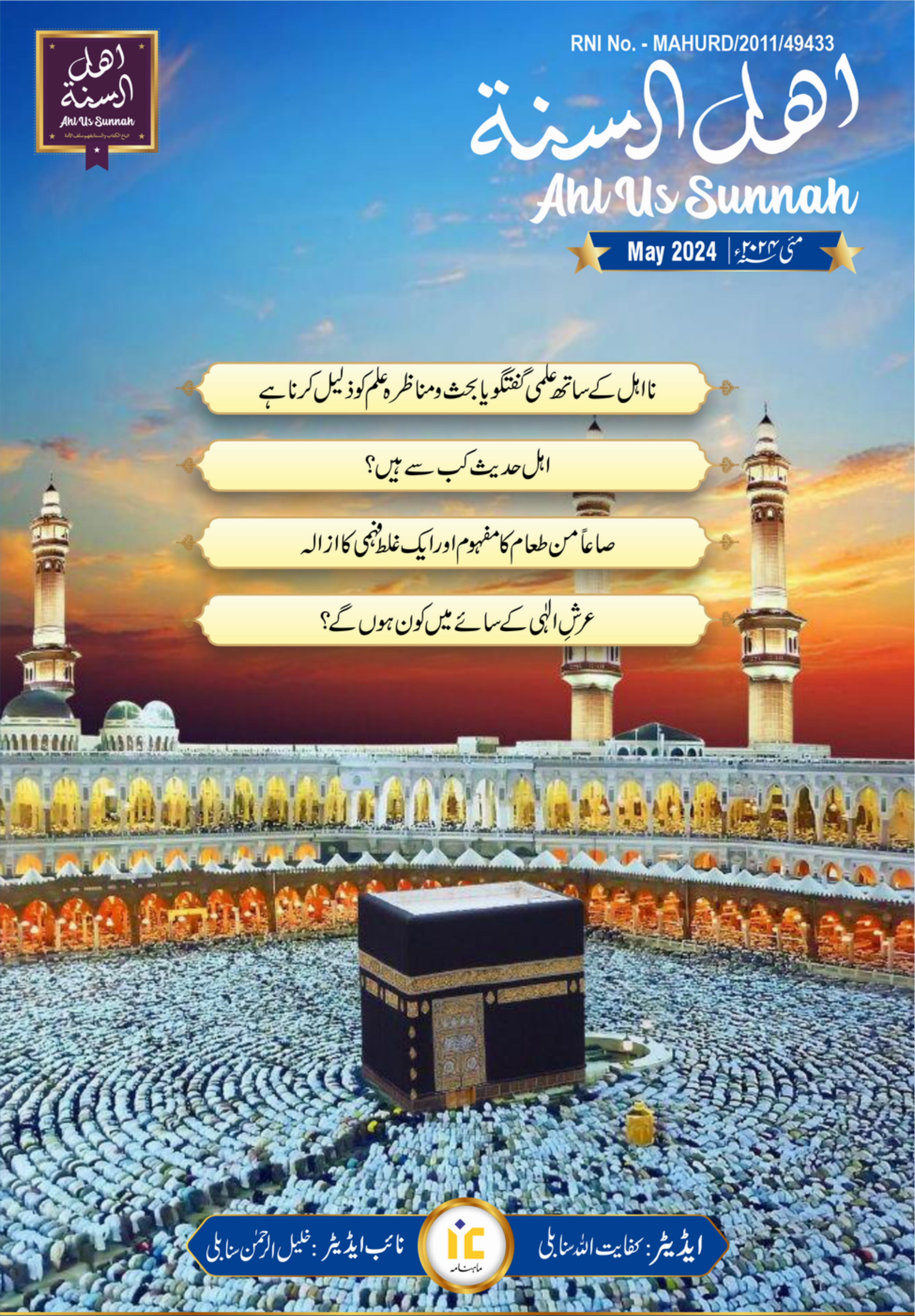

نااہل کے ساتھ علمی گفتگو یا بحث ومناظرہ علم کو ذلیل کرنا ہے

اہل حدیث کب سے ہیں؟

صاعاً من طعام کا مفہوم اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

عرشِ الٰہی کے سائے میں کون ہوں گے؟

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

ماہنامہ

Vol: 13 | Issue : 5 | Urdu-Monthly | Mumbai | May 2024 | Page 52 | Price: 40/-

حاجیوں سے ہونے والی غلطیاں

محاضرہ: دکتور فاروق عبداللہ حفظہ اللہ

تلخیص: شیخ نیاز سنابلی حفظہ اللہ

۱۔ سیلفی کا چلن، فوٹو گرافی کرنا وغیرہ۔

۲۔ میقات بغیر احرام کے پار کر جانا جیسا کہ بہت سے لوگ جدہ پہنچ کر احرام باندھتے ہیں یا نیت کرتے ہیں۔

۳۔ کون سا حج کر رہے ہیں اس کا تعین نہ کرنا حج افراد حج تمتع یا حج قران؟

۴۔ حجر اسود کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی طواف شروع کر دینا۔

۵۔ خانۂ کعبہ کے مختلف گوشوں سے تبرک حاصل کرنا خصوصاً مقامِ ابراہیم یا ملتزم سے۔

۶۔ طواف کے دوران الگ الگ چکر کی دعائیں پڑھنا جو کہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں، بہت سے لوگ بڑی الٹی پلٹی دعا پڑھتے ہیں۔

رب هب لی ملكا لا ينبغی له.

إنی نذرت لك ما فی بطنی.

اللّٰهم إنی أعوذبك من الخبث و الخبائث.

۷۔ طواف کی دو رکعتیں کندھا کھول کر ایسی جگہ پڑھنا کہ دوسروں کو تکلیف دینا۔

۸۔ تنعیم (مسجدِ عائشہ) جا کر بار بار عمرہ کی نیت کرنا اور بار بار عمرہ کرنا جو کہ مشروع عمل نہیں۔

۹۔ احرام باندھنے کے لیے حرم میں آنا۔

☆ قصر نماز نہ پڑھ کر مکمل نماز پڑھنا جو کہ سنت کے خلاف ہے۔

۱۔ حدود عرفہ سے باہر ہی رہ جانا۔

۲۔ رمیِ جمرات کو شیطان سمجھ کر کنکری مارنا، گالی دینا، جوتے چپل سے مارنا۔

۳۔ کنکری مارنے کے لیے کسی اور کو بلا عذر وکیل بنانا۔

۴۔ مستقل صرف سعی کرنا ثابت نہیں۔ ۵۔ قضائے عمری ادا کرنا۔

Ahlus Sunnah

Volume No.13, Issue No.05, May, 2024

ماہنامہ

مئی ۲۰۲۴ء

جلد: ۱۳	فی شمارہ Rs. 40/-
شمارہ: ۵	سالانہ Rs. 400/-

اهل السنة

Ahlus Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی　　**نگراں** : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● **گرافک ڈیزائنر** : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نور الحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبر شپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Ravi Printers, G/22, Shalimar Industrial Estate,
Matunga Laber Camp, Matunga, Mumbai-400019,

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road,
Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

12

اہل السنة
Ahlus Sunnah
اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

درس حدیث	آفاق احمد السنابلی المدنی	05
نااہل کے ساتھ علمی گفتگو یا بحث ومناظرہ علم کو ذلیل کرنا ہے	کفایت اللہ سنابلی	07
اہل حدیث کب سے ہیں؟	حسان عبدالغفار	09
صاعاً من طعام کا مفہوم اور ایک غلط فہمی کا ازالہ	کفایت اللہ سنابلی	19
عرشِ الٰہی کے سائے میں کون ہوں گے؟ قسط اول	آفاق احمد السنابلی المدنی	27
تعویذ سے متعلق عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ	کفایت اللہ سنابلی	35
معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی خلافت پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا استنباطِ قرآنی	اُم محمد خوشنما مصلح الدین	41
مشاجرات صحابہ سے متعلق درست موقف	انتخاب وترجمہ: کفایت اللہ سنابلی	45
رمضان کے بعد ہماری سرگرمیاں	کفایت اللہ سنابلی	46
رب کی خوشنودی میں ہے	ابوالبیان رفعت سلفی	50

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

ادار یہ

درسِ حدیث

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قال :قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم:”إن من الشجر شجرة لا یسقط ورقها، وإنها مثل المسلم، فحدثونی ما هی فوقع الناس فی شجر البوادی قال عبد اللّٰہ :ووقع فی نفسی انها النخلة، فاستحییت، ثم قالوا :حدثنا ما هی یا رسول اللّٰہ قال :هی النخل“.

[الحدیث : ٦١،اطرافه فی:٦٢، ٧٢، ١٣١، ٢٢٠٩، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٣٢، ٦١٤٤ .شرح القسطلانی =إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ١٥٧/١]

ترجمہ:

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی مثال اسی درخت کی سی ہے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر میں اپنی (کم سنی کی) شرم سے نہ بولا۔ آخر صحابہ نے نبی کریم ﷺ ہی سے پوچھا کہ وہ کون سا درخت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے“۔[صحیح البخاری: ح:٦١]

شرح حدیث:

”وبرکة النخلة موجودة فی جمیع اجزائها مستمرة فی جمیع احوالها فمن حین تطلع إلی ان تیبس توکل انواعا ثم بعد ذلک ینتفع بجمیع اجزائها حتی النوی فی علف الدواب واللیف فی الحبال وغیر ذلک مما لایخفی وکذلک برکة المسلم عامة فی جمیع الاحوال ونفعه مستمر له ولغیره حتی بعد موته“.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”کھجور کے درخت کی برکت اس کے تمام اجزاء میں اس کی تمام حالتوں میں برقرار رہتی ہے، پکنے سے لے کر مرجھانے تک مختلف قسم کے کھجور اس سے کھائے جاتے ہیں، پھر اس کے بعد اس کے تمام اجزاء سے فائدے اٹھائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کی گٹھلی جانوروں کے چارے میں اور اس کا ریشہ رسی بنانے

وغیرہ کے کام میں آتا ہے مزید اس کے علاوہ فوائد کسی سے مخفی نہیں ہیں، اسی طرح مسلمان کی بھی برکت اس کے لیے اور تمام لوگوں کے لیے موت سے پہلے اور موت کے بعد عام ہوتی ہے''۔[فتح الباری لابن حجر: ۱/۱۴۵ ۔ ۱۴۶]

مستنبط مسائل:

۱۔ اس حدیث میں مشبہ مسلم اور مشبہ بہ کھجور کا درخت ہے اور وجہ شبہ صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ جس طرح کھجور کا درخت ہر حال میں اور ہر اعتبار سے فائدے مند ہوتا ہے اسی طرح ایک مسلم بھی ہر اعتبار سے اور ہر حال میں لوگوں کے لیے فائدے مند ہوتا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کے ذہن میں بات راسخ کرنے کے لیے ان سے سوال کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے بڑوں کا احترام کرنا چاہئے اور ان کے سامنے خاموش رہنا چاہئے۔

۴۔ بہتر طریقہ سے سمجھانے کے لیے تمثیل اور تشبیہ کا سہارا لینا نبوی طریقہ ہے۔

۵۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے کسی مسئلہ سے متعلق چھوٹے بچے کو علم ہو اور بڑا اس سے ناواقف ہو۔

۶۔ اس حدیث سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ذہانت کا بھی علم ہوتا ہے۔

۷۔ اس حدیث کے اندر اس بات کی ترغیب ہے کہ ایک مسلمان کو ہمیشہ لوگوں کے لیے فائدے مند رہنا چاہئے۔

۸۔ تشبیہ من جمیع الوجوہ ہو یہ ضروری نہیں ہے۔

۹۔ اس حدیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ اپنے طلبہ کا علمی مستوی جاننے کے لیے امتحان لے سکتے ہیں۔

۱۰۔ کھجور کا درخت برکت والا درخت ہے۔

۱۱۔ علم کی باتیں پوچھنے اور بتانے سے شرم نہیں کرنا چاہیے۔

نوٹ: اس حدیث پر قدرے تفصیل سے جاننے کے لیے رجوع کریں۔

۱۔ فیض النخلۃ علی حدیث النخلۃ. تالیف: شتا محمد

۲۔ تأملات فی مماثلۃ المومن للنخلۃ . تالیف: عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر

☆☆☆

☆

نا اھل کے ساتھ علمی گفتگو یا بحث و مناظرہ علم کو ذلیل کرنا ھے

کفایت اللہ سنابلی

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۷۹) نے کہا:

"من إهانة العلم أن تحدث كل من سألك".

" یہ علم کو ذلیل کرنا ہے کہ ہر شخص کے مطالبہ پر اس کے ساتھ علمی گفتگو شروع کردو"۔[الجامع لأخلاق الراوى: ٢٠٥/١ وإسناده صحيح]

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۷۹) نے مزید کہا:

"إن من إذالة العالم أن يجيب كل من كلمه ،أو يجيب كل من سأل".

" یہ عالم کی توہین ہے کہ وہ ہر اس شخص کا جواب دے جو اس کے ساتھ بحث کرنا چاہے، یا ہر اس شخص کو جواب دے جو اس سے کچھ بھی سوال کر بیٹھے"[الفقيه والمتفقه: ٤١٨/٢ ،وإسناده حسن]

امام مالک کے شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۴) سے اسی سے ملتا جلتا قول منقول ہے:

" من إذالة العلم أن تناظر كل من ناظرك وتقاول كل من قاولك".

" یہ علم کو ذلیل کرنا ہے کہ ہر وہ شخص جو آپ سے مناظرہ کرنا چاہے اس سے مناظرہ کرنے بیٹھ جائیں، یا ہر وہ شخص جو آپ سے بحث کرنا چاہے اس کے ساتھ بحث شروع کردیں"۔[مناقب الشافعي للبيهقي: ١٥١/٢ ،وفي إسناده بعض من لم أجد لهم توثيقا]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) فرماتے ہیں:

"وليس ينبغي لأهل العلم والمعرفة بالله أن يكونوا كلما تكلم جاهل بجهله أن يجيبوه ، ويحاجوه ،ويناظروه،فيشركوه في مأثمه ،ويخوضوا معه في بحر خطاياه".

" اہل علم اور اللہ والوں کے لیے یہ مناسب نہیں کہ جب بھی کوئی جاہل اپنی جہالت پھیلائے تو وہ اسے جواب دیں، اس سے بحث شروع کردیں اور اس کے ساتھ مناظرہ کرنے لگ جائیں، ایسا کرکے وہ اس جاہل کے گناہ میں شریک ہوکر اس کی غلاظت کے سمندر میں اس کے ساتھ لت پت ہوجائیں گے"۔[السنة لأحمد بن محمد الخلال :

[٢٢٨/١

امام شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ (المتوفی ١٦٠) فرماتے ہیں:

”رآنی الأعمش یوما وأنا أحدث قال: ویحک أو ویلک یا شعبة، لا تعلق الدر فی أعناق الخنازیر“.

” مجھے امام اعمش رحمہ اللہ نے دیکھا کہ میں کچھ لوگوں کو حدیث سنا رہا تھا تو امام اعمش نے کہا: شعبہ یہ کیا کر رہے ہو! سور کی گردن میں موتیاں نہ پہناؤ“۔[مسند ابن الجعد :ص:١٢٩،وإسناده صحيح]

امام احمد رحمہ اللہ نے امام اعمش کے اس قول کی یہ تشریح کی ہے کہ: نا اہلوں کے ساتھ علمی گفتگو مت کرو۔[الآداب الشرعية لابن مفلح:١٠٨/٢]

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فما ینبغی لطلاب العلم أن یهتموا بنعیق کل ناعق، لأن هذا باب لا یکاد ینتهی، کلما خطر فی بال أحدهم خاطرة وهو أجهل من أبی جهل فنحن نعتد به، ونرفع کلامه من أرضه، ونقیم له وزنا ومناقشة ومحاضرة وإلی آخره“.

” طلاب علم کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ ہر ایرے غیرے شخص کی چیخ وپکار پر کان دھریں، کیونکہ یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا، جاہلوں میں سے کسی کے دماغ میں جب بھی کوئی بات آئے اور وہ اسے بک دے جبکہ وہ خود ابوجہل سے بھی بڑا جاہل ہو، اور ہم اس کی بات پر دھیان دیں، اسے نشر کریں، اسے اہمیت دیں، اس کا رد کریں اور اس پر بحث کریں، یہ بالکل مناسب نہیں“۔[سلسلة الهدیٰ والنور:٨٦٠]

شیخ ثناء اللہ ساگر تیمی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”جواب انہی باتوں کا دیجیے جن کا جواب نہ دینا فتنے کا باعث ہوجائے ورنہ اکثر خاموشی اور تجاہل عارفانہ سے کام لیجیے۔ کچھ بدقماش اسی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں کہ وہ آپ کو جادۂ مستقیم سے منحرف کرسکیں اور بے فائدہ قسم کے مباحثوں میں الجھا کر آپ کو انسانیت کے مقام رفعت سے حیوانیت کی پستی میں دھکیل دیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی کام نہیں، نٹھلے ہیں، اپنا ضمیر اور قلم بیچ کر اپنے (شیطان) پیٹ کی بھوک مٹاتے ہیں“۔(فیس بک پوسٹ)

☆☆☆

اہل حدیث کب سے ہیں؟

حسان عبدالغفار

برصغیر ہندوپاک میں جماعت اہل حدیث کے متعلق بعض جبہ ودستار والے ایک مدت سے عوام الناس میں یہ باور کرانے کی مذموم کوشش کررہے ہیں کہ یہ جماعت تاریخی اعتبار سے محض سوڈیڑھ سو سال پرانی ہے، اُس سے قبل ان کا کوئی وجود تھا نہ ان کی کوئی نشانی تھی۔

لہٰذا ہم اس مضمون میں یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ جماعت اہل حدیث کا وجود کب سے ہے اور خود کی تاریخ اور وجود پر پردہ ڈال کر جماعت اہل حدیث کے وجود اور تاریخ کی تعیین کرنے والے اصحاب جبہ ودستار کے دعوے کی حقیقت کیا ہے؟

قارئین کرام! کسی بھی جماعت کے وجود کی تاریخ معلوم کرنے کے دو طریقے ہوسکتے ہیں۔

پہلا اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس جماعت کے منہج، عقائد، اصول اور اعمال کو دیکھا جائے کہ وہ منہج، عقائد، اصول اور اعمال دورِ جدید میں وقوع پذیر ہوئے ہیں یا پھر وہ عہدِ نبوت اور دور صحابہ وتابعین کے منہج، عقائد، اصول اور اعمال کے موافق اور مشابہ ہیں۔

کیونکہ اصحاب رسول ﷺ ہمارے لیے معیارِ حق ہیں اور ان کے معیارِ ایمان اور معیارِ حق ہونے پر قرآن مجید کی آیات اور احادیثِ رسول ﷺ گواہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ﴾ ”اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر منہ پھیر لیں تو یہ صریح مخالفت میں ہیں“۔[البقرہ:۱۳۷]

مزید فرماتا ہے: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ”اور جس کے پاس ہدایت واضح ہوگئی اس کے باوجود وہ رسول کی مخالفت کرتا ہے اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چلتا ہے تو ہم بھی اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس کی طرف وہ خود پھرتا ہے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے“۔[النساء:۱۱۵]

آیتِ کریمہ میں مومنین سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو دینِ اسلام کے سب سے پہلے پیروکار اور اس کی تعلیم کا مکمل نمونہ تھے اور ان آیات کے نزول کے وقت جن کے سوا کوئی اور گروہ مومنین کا موجود نہ تھا جو یہاں مراد ہو سکے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور غیر سبیل المومنین کی پیروی دونوں حقیقت میں ایک ہی چیز کا نام ہے۔

اور اتباعِ رسول ﷺ کے ساتھ اتباع مومنین کا حکم دے کر اللہ نے یہ واضح کر دیا کہ اتباع و اطاعت رسول ﷺ کی وہی شکل معتبر ہوگی جو اصحابِ رسول ﷺ کے منہج، اصول اور اعمال اور سیرت و کردار میں جلوہ گر ہے اس کے علاوہ جو بھی راستہ ہے وہ نا قابلِ اعتبار ہے۔

دوسرا اور غیر معتبر طریقہ یہ ہے کہ اس جماعت کے نام کے وجود کی تاریخ معلوم کی جائے کہ وہ کب سے مشہور اور مستعمل ہے۔ گرچہ یہ طریقہ معتبر نہیں ہے مگر مطالبہ اس کا بھی کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ''اہل حدیث'' ایک غیر مانوس نام تھا جس سے ماضی قریب میں لوگ آشنا ہوئے ہیں۔

قارئین کرام! جہاں تک رہی بات پہلے طریقہ کی تو کوئی بھی شخص یہ قطعاً ثابت نہیں کر سکتا کہ جماعت ''اہل حدیث'' کا کوئی ایک عقیدہ عہدِ نبوت اور عہدِ سلف صالحین کے عقائد سے متصادم ہو، بلکہ ان کے ہر عقیدے کا ثبوت قرآن وسنت کے نصوص اور عہدِ خیر القرون میں واضح طور پر ملے گا، خواہ اس کا تعلق ایمانیات سے ہو یا پھر رب العزت کی ذات وصفات اور افعال وغیرہ سے۔

اور اس جماعت کے اصول بھی وہی ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تھے کہ جب کسی چیز کی دلیل اور کسی بات کا ثبوت اللہ اور اس کے رسول سے مل جائے تو کسی شیخ اور امام کی بات تو دور خود صاحبِ رسالت کے یاروں کی بات بھی معتبر تسلیم نہیں کی جائے گی۔

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''تَمَتَّعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : نَهَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ عَنِ الْمُتْعَةِ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :مَا يَقُولُ عُرَيَّةُ؟ قَالَ:يَقُولُ:نَهَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ عَنِ الْمُتْعَةِ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :أُرَاهُمْ سَيَهْلِكُونَ أَقُولُ :قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقُولُ:نَهَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ !''

''نبی اکرم ﷺ نے حج تمتع کیا، عروہ بن زبیر کہنے لگے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تو حج تمتع سے منع فرما رہے ہیں! ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ عروہ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حج تمتع سے منع فرما رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لگتا ہے یہ لوگ ہلاک ہو کر رہیں گے، میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے کہا اور یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر نے منع کیا ہے''۔ [مسند أحمد -ت شاكر -ط دار الحديث :۳۵۲/۳، رقم : ۳۱۲۱ وإسناده صحيح]

سوال ہے کہ برِّصغیر میں اہل حدیثوں کے علاوہ کیا کوئی ایسی جماعت یا فرقہ ہے جس کے ٹھیکیدار یہ اعلان کرنے کی

جرأت کر سکیں کہ ہم اپنے بزرگوں اور اماموں کی ان تمام باتوں کو رد کرنے کے لیے تیار ہیں جو قول اللہ اور قولِ رسول کے مخالف اور متصادم ہوں؟

افعال اور عبادات کی طرف بڑھتے ہیں جن میں سب سے اہم نماز ہے اور اللہ کے فضل سے برصغیر میں صرف جماعت اہل حدیث ہی وہ جماعت ہے جس کی نماز رسول اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام کی نماز کے موافق اور مشابہ ہے۔

قارئین کرام! یہ چند شواہد اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اس جماعت کا وجود سو دو سو سال پہلے سے نہیں بلکہ اس وقت سے ہے جس وقت سے حدیث کا وجود ہوا ہے اور اس دور سے ہے جس دور کو زبان رسالت نے "**خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم**" کہا ہے۔

اور اگر اِس پر دل مطمئن نہ ہو تو پھر پیارے رسول ﷺ کی زبانی سن لیں کہ جس سے بہتر شاہد اور دلیل کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "**لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذَالِكَ**".

"میری امت کی ایک "جماعت" ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، ان کو رسوا کرنے والے انہیں نقصان نہیں پہنچا پائیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اسی طرح حق پر قائم ہوں گے"۔[صحیح مسلم -ت عبد الباقی : ۱۵۲۳/۳ ، رقم: ۱۹۲۰]

یعنی ایک جماعت عہد نبوت سے لے کر قیامت کی صبح تک حق پر قائم رہے گی اور درمیان میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ زمین اس جماعت سے خالی نہیں ہوگی بصورت دیگر "**لَا تَزَالُ**" کا مفاد ہی باطل قرار پائے گا۔

ظاہر سی بات ہے کہ یہاں جماعت سے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور ظاہریہ ولیثیہ وغیرہم تو مراد ہو نہیں سکتے کیونکہ عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں ان کا وجود ہی نہیں ہوا تھا۔

پھر کون سی جماعت مراد ہے؟

خود تعیین نہ کر کے عہدِ نبوت سے قریب کے کچھ ائمۂ دین اور حدیث شناسوں سے پوچھ لیتے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (م ۱۱۸-ت ۱۸۱) کہتے ہیں: "**هُمْ عِنْدِي أَصْحَابُ الْحَدِيثِ**". "میرے نزدیک وہ اصحاب الحدیث یعنی اہل حدیث ہیں"۔

یزید بن ہارون رحمہ اللہ (م ۱۱۸-ت ۲۰۷) کہتے ہیں: "**إِنْ لَمْ يَكُونُوا أَصْحَابَ الْحَدِيثِ، فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ**". "اگر وہ اہل حدیث نہیں تو مجھے نہیں پتہ کہ یہ کون لوگ ہیں"؟

امام احمد بن حنبل (م ۱۶۴-ت ۲۴۱) فرماتے ہیں: "إِنْ لَمْ يَكُونُوا أَصْحَابَ الْحَدِيثِ فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ؟"

"اگر وہ اہل حدیث نہیں تو مجھے نہیں پتہ کہ یہ کون لوگ ہیں"؟

علی بن مدینی (م ۱۶۱-ت ۲۳۴) کہتے ہیں: "هُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ".

"یہ اہل الحدیث ہیں"۔

امام البخاری (م ۱۹۴-ت ۲۵۶) کہتے ہیں: "يَعْنِي أَصْحَابَ الْحَدِيثِ". دیکھیں: [شرف أصحاب الحديث للخطيب البغدادي، ص: ۲۶-۲۷]

معلوم ہوا کہ جماعت "اہل حدیث" بلا شک وشبہ عہد نبوی ﷺ سے موجود ہے اور قیامت کے دن تک باقی رہے گی۔ ان شاء اللہ

چونکہ اصحابِ جبہ وقبہ نہ تو مذکورہ ائمہ پر کچھ نکیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی تفسیر کو ہضم کر سکتے ہیں سو ان کے سامنے صرف ایک ہی راستہ بچتا ہے اور وہ یہ کہ یہاں تو "اہل حدیث اور اصحابِ حدیث" سے صرف محدثین مراد ہیں۔

جواب میں ہم کہیں گے کہ بیشک "اہلِ حدیث اور اصحابِ حدیث" سے محدثین مراد ہیں مگر صرف نہیں۔ بلکہ اس میں وہ تمام لوگ داخل ہیں جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ وتابعین کے منہج اور نقشِ قدم پر قائم ہیں اور بلا چوں چراں حدیث پر عمل کرنے والے ہیں۔

ابن قتیبہ (ت ۲۷۶) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فأما أصحاب الحديث فإنهم التمسوا الحق من وجهته، وتتبعوه من مظانه، وتقربوا من الله تعالىٰ، باتباعهم سنن رسول الله ﷺ، وطلبهم لآثاره وأخباره، برا وبحرا، وشرقا وغربا".

"رہی بات اہلِ حدیث کی تو انہوں نے حق کو اس کے راستے سے تلاش کیا اور اس کی جستجو وتتبع وہیں پہ کیا جہاں سے حق پائے جانے کی توقع ہو، اور تقرب الٰہی کے لیے سنتِ رسول ﷺ کی اتباع کی اور بحر وبر اور شرق وغرب ہر جگہ سے آپ ﷺ کے احادیث وآثار کی تلاش وجستجو کی"۔ [تأويل مختلف الحديث: ۱/۱۲۷]

جبکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نحن لا نعني بأهلِ الحديثِ المُقتَصِرين علىٰ سماعِه أو كتابتِه أو روايتِه، بل نعني بهم كُلَّ من كان أحَقَّ بحِفظِه، ومَعرفتِه وفَهمِه ظاهرًا وباطنًا، واتِّباعِه باطنًا وظاهرًا".

"ہم اہلِ حدیث سے صرف حدیث لکھنے سننے اور روایت کرنے والے ہی کو مراد نہیں لیتے، بلکہ ہر وہ شخص جس نے

حدیث کی حفاظت کی اوراس پرعمل کیا اوراس کی ظاہری وباطنی معرفت حاصل کی اوراس کی ظاہری اور باطنی طور پر اتباع وپیروی کی تو وہ اہلِ حدیث کہلانے کا زیادہ حقدار ہے''۔[مجموع الفتاویٰ :۹۵/٤]

اور اگر آپ صرف محدثین ہی پر بضد ہیں تو پھر چند سوالوں کا جواب عنایت کردیں۔

۱۔ کیا امام ابوحنیفہ اور ان کے دونوں شاگردان امام محمد اور امام یوسف نیز دیگر فقہاء ومفسرین رحمہم اللہ'' طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ'' میں داخل ہیں کہ نہیں؟ کیونکہ یہ ائمہ محدثین میں سے نہیں تھے۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ وتابعین کے منہج اور نقش قدم پر چلنے والے وہ حضرات جو علماء حدیث میں سے نہیں ہیں ان کا شمار کس جماعت اور گروہ میں ہوگا؟

۳۔ خود آپ اور آپ کے علماء'' طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ'' میں شامل ہیں یا نہیں؟ کیونکہ آپ قطعاً'' محدث'' نہیں ہیں۔

والدِ محترم'' عبدالغفار المدنی'' حفظہ اللہ مسائل کے استنباط میں اہل حدیث کے منہج پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ جماعت:''**فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار** '' پر کلی طور سے قائم ہے، عقیدہ سے لے کر اعمال تک کسی بھی مسئلہ کو دیکھ لیجئے ہر ایک کی دلیل کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ میں ملے گی۔ ہاں اگر کوئی مسئلہ ایسا ہے کہ اس کی دلیل کتاب وسنت میں صراحتاً موجود نہیں ہے تو آثارِ صحابہ میں دیکھے گی اور اگر وہاں بھی موجود نہیں ہے تو تابعین کے اقوال پر نظر کرے گی۔ اگر کوئی دلیل مل گئی تو خیر ہے ورنہ ائمہ اربعہ کے اقوال کی طرف رجوع کرے گی اور جو قول کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہوگا اس کو لے لے گی۔ اب اس سے بڑھ کر ایک سچے مسلمان کے لیے اور کیا چاہیے۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن وحدیث تو ہر فرقے کے لوگ مانتے ہیں پھر اہل حدیث کے لیے یہ خصوصیت کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک شروع میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرقہ اور ہر جماعت بزعم خود قرآن وسنت ہی کی پیروی کرتی ہے اور انہی کو اصولِ شرع اور واجب الاتباع قرار دیتی ہے۔ اور اپنے آپ کو سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کا متبع نہیں مانتی۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوجائے گی کہ سوائے اہل حدیث کے سارے فرقے کے لوگ اپنے اپنے دعوؤں میں جھوٹے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس جماعت کے علاوہ سارے فرقوں نے حدیث نبوی کو بالکل ساقط الاعتبار قرار دیا ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث کی طرح کسی فرقے نے حدیث نبوی کو رائے وقیاس اور اجتہاد واستنباط پر امتیازی فوقیت نہیں دی ہے۔ ہر ایک نے حدیث کے صحیح ہونے کے باوجود

اس کے تسلیم کرنے میں کچھ نہ کچھ چوں وچرا کیا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے، کسی نے یہ کہہ کر حدیث کو ٹھکرا دیا کہ یہ قرآن کے معارض ہے، کسی نے کہا یہ عقل کے خلاف ہے، کسی نے یہ کہہ کر حدیث کو چھوڑ دیا کہ ہمارے امام نے اس حدیث کو نہیں لیا ہے، غرضیکہ ہر ایک نے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ ھ نکالا، جیسا کہ ہر فرقے کی کتب اصول سے ظاہر ہے۔ اور اپنی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے کے بجائے غیروں کی طرف کر دیا جیسے حنفی، شافعی، مالکی، وغیرہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک کے سامنے حدیث نبوی کے علاوہ کوئی باطنی چیز حائل ہے جو اسے حدیث تک پہنچنے سے روکے ہوئے ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اہل حدیث نے نہ تو اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کیا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی متابعت میں کسی کی قیاس ورائے کی موافقت کی شرط لگائی ہے۔ بلکہ بعینہٖ اسی طرح آپ کی اتباع کی جس طرح آپ نے اتباع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور جس طرح صحابۂ کرام نے آپ کی اتباع کی تھی۔ الحمد للہ اہل حدیث نے آیت کریمہ: ”**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ**“ [الحجرات: ۱] پر کلی طور پر قائم رہ کر احادیث نبویہ کو بھی وحی الٰہی اور قرآن کی تفسیر وتشریح تصور کر کے اس کے مطابق عملی زندگی کی بنیاد رکھی۔ اور اعتقاداً وعملاً ذرا بھی حدیث نبوی سے تجاوز کرنا گوارہ نہیں کیا۔ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے نہ تو کسی امتی کی مخالفت کی پرواہ کی اور نہ کسی ضعیف حدیث پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھی۔ اس کی شہادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہر مذہب اور ہر فرقہ نے اپنے اپنے مذہب کے مخصوص مسائل کو مدون کیا۔ اور ان کتابوں کو اپنے مذہب کی بنیادی کتابیں قرار دیا۔ اور دوسرے مذاہب کی کتابوں کو دوسرے مذہب سے تعبیر کیا۔ لیکن اہل حدیث نے نہ تو مخصوص مسائل کو الگ کیا اور نہ ان میں تصنیف کر کے ان کتابوں کو اپنے فرقے کی مخصوص کتابیں قرار دیا۔ بلکہ ان کی ساری جدو جہد اور ساری کوششیں احادیث کو جمع کرنے اور ان کی شرح و بیان پر صرف ہوئیں۔ انہوں نے اقوال الرجال کے بجائے اقوال الرسول کو رواج دیا۔ ایسی کتاب سے ہمیشہ الگ رہے جس میں حدیث نبوی کی مخالفت پائی جاتی ہو۔ (اہل حدیث کا تعارف ص: ۱۵-۱۷)

جہاں تک رہی بات دوسرے طریقے کی تو مذکورہ جواب کے بین السطور میں اس کا بھی جواب موجود ہے کہ یہ مقدس لقب ”اہل حدیث“ کب سے مشہور اور متداول ہے اور چونکہ دوسرا طریقہ معتبر اور درست نہیں ہے لہٰذا اس کی مزید تفصیل میں جانا مناسب نہیں ہے۔

قارئین کرام! برصغیر کی اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور سے نابلد یا اپنی خواہشات اور تعصب کو تاریخ سمجھنے والے بارہا یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ ”برصغیر“ میں سب سے پہلے ”حنفی مسلک“ آیا، لہٰذا ضروری ہے کہ آپ ”اہل

حدیث'' کی روشن اور تابناک تاریخ سے واقفیت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی جان لیں کہ برصغیر میں سب سے پہلے کس جماعت اور کس مسلک کا ورود ہوا؟

برصغیر کی اسلامی تاریخ پر نظر رکھنے والے اس بات سے ضرور واقف ہوں گے کہ اسلام کی پہلی کرنیں سن ۱۵ ہجری ہی میں اس کی سطح ارض پر ابھرنے لگیں تھی اور پھر تاریخ کے ایک خاص تسلسل کے ساتھ پوری تیزی سے لمحہ بہ لمحہ پھیلتے اور نمایاں ہوتی چلی گئیں۔

جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ ''ہند'' میں محمد بن قاسم کے ورود کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:''**وقبل ذلک قد كان الصحابة في زمن عمر وعثمان فتحوا غالب هذه النواحي ودخلوا في مبانيها، بعد هذه الأقاليم الكبار، مثل الشام ومصر والعراق واليمن وأوائل بلاد الترک، ودخلوا إلى ما وراء النهر وأوائل بلاد المغرب، وأوائل بلاد الهند**''

''سندھ میں محمد بن قاسم کی فتوحات سے پہلے عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے ادوار میں صحابہ نے اطراف کے بیشتر علاقے فتح کر لیے تھے۔ وہ شام، مصر، عراق، یمن اور اوائل ترکستان کے وسیع وعریض اقالیم میں پہنچے اور علاقہ ماوراء النہر، اوائل بلاد مغرب وافریقہ اور اوائل بلاد ہند میں بھی داخل ہوئے''[البداية والنهاية ط السعادة: ۸۸/۹]

چنانچہ مشہور اسلامی مورخ اور محقق قاضی اطہر مبارکپوری نے اپنی کتاب ''**العقد الثمين في فتوح الهند ومن ورد فيها من الصحابة والتابعين**'' اور'' خلافت راشدہ اور ہندوستان'' اور غازی عزیر نے اپنی کتاب'' کیا اقلیم ہند میں اشاعتِ اسلام صوفیا کی مرہون منت ہے؟'' میں تاریخی حوالوں کے ساتھ سترہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تذکرہ کیا ہے جن کے ورود مسعود سے برصغیر کی زمین بہرہ ور ہوئی ہے۔

جبکہ دور حاضر کے مشہور مورخ محمد اسحاق بھٹی نے (برصغیر میں اہل حدیث کی آمد'' اور'' برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش) میں حوالوں کے ساتھ'' پچیس'' صحابۂ کرام،'' بیالیس'' تابعین عظام اور'' اٹھارہ'' تبع تابعین کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جن کے اقدام مبارکہ کی قدم بوسی سرزمین ہند کو حاصل ہوئی ہے۔

جن میں'' عثمان بن أبي العاص الثقفي رضی اللہ عنہ'' جنھوں نے ہندوستان کے تین شہروں میں جہاد کیا۔[جمهرة أنساب العرب لابن حزم: ۲٦٦/۱]

اوران کے دو بھائی'' حکم بن أبي العاص الثقفي رضی اللہ عنہ'' جو گجرات کے شہر'' بھڑوچ'' کی مہم پر تشریف لائے تھے۔[فتوح البلدان للبلاذري: ٤١٦/۱]

اورمغیرة بن أبی العاص الثقفی رضی اللہ عنہ جوسندھ کے شہر ''دیبل'' کی طرف لشکرکشی کرنے آئے۔ [فتوح البلدان للبلاذری : ٤١٦/١] قابل ذکر ہیں۔

جبکہ تابعین عظام میں ''مہلب بن أبی صفرة''، ''سنان بن سلمة بن المحبق الہذ لی'' [تاریخ الإسلام -ت تدمری ١٢/٤ -١٨]. سعد بن ہشام بن عامر الأ نصاری جو عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اُس وقت کے ہندوستان میں'' مکران'' نامی جگہ میں شہید ہوئے۔ دیکھیں:[التاریخ الکبیر للبخاری -ت المعلمی الیمانی ٦٦/٤] اور'' راشد بن عمر بن قیس الازدی'' [فتوح البلدان ٤١٨/١] نیز'' محمد بن قاسم رحمہ اللہ'' قابل ذکر ہیں جو'' ولید بن عبدالملک'' کے دور حکومت میں (سنہ ۹۰ھ) میں سرزمین ہند تشریف لائے۔

سوال یہ ہے کہ کیا وہ پچیس صحابہ کرام جو یہاں آئے وہ حنفی تھے؟ کیا وہ کسی ذی اکرام امام فقہ کے مقلد تھے؟ کیا ان کے بعد یا ان کے زمانے میں برصغیر میں تشریف لانے والے بیالیس تابعین کسی لائق صد احترام شخصیت کے حلقہ تقلید سے وابستہ تھے؟ ہرگز نہیں۔ وہ براہ راست نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ پر عمل پیرا تھے اور آپ کے فرامین اقدس پر عامل اور ان کے اولین مبلغ تھے اور اسی متاع گراں بہا کی رفاقت میں انہوں نے اس نواح کا رخ فرمایا تھا۔ ان کا مرکز عمل صرف قرآن اور حدیث تھے۔ اس کے علاوہ عمل کے لیے کوئی بات کبھی ان کے حاشیہ خیال میں نہیں آئی۔ یہ وہ دور ہے جب فقہی مسالک کا کہیں نام ونشان نہ تھا اور کسی قابل تکریم امام فقہ کا اس عالم آب وگل میں کوئی وجود نہ تھا۔ صحابہ کا پہلا کارواں برصغیر میں ۱۵ ہجری میں آیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس سے ۶۵ سال بعد ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ ہجری میں انہوں نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۹۳ ہجری میں رونق آرائے بزم وجود ہوئے اور ۱۷۹ ہجری میں وفات پائی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ ہجری میں اس جہان ہست وبود میں نمودار ہوئے اور ۲۰۴ ہجری میں یہ آفتاب علم غروب ہوگیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۶۴ ہجری میں ہوئی اور ۲۴۱ ہجری میں وہ عالم جاودانی کو تشریف لے گئے۔ واضح الفاظ میں کہنا چاہیے کہ صحابۂ کرام کے زمانے میں نہ حنفی تھے نہ مالکی نہ شافعی تھے نہ حنبلی۔ خالص فرامین پیغمبر اور حدیث رسول کا سکہ چلتا تھا، کسی امام فقہ کی تقلید کا ہرگز کوئی تصور نہ تھا۔ جب ائمۂ فقہ کی پاک باز ہستیاں دنیا میں موجود ہی نہ تھیں تو تقلید کیسی اور کس کی؟ (برصغیر میں اسلام کی آمد، ص ۶۲-۶۳)

مشہور عرب سیاح'' ابوعبداللہ محمد بن احمد بن البناء البشاری المقدسی'' (متوفی ۳۸۰) اپنی کتاب'' أحسن التقاسیر فی معرفة الأ قالیم'' میں'' ملتان'' کے مذاہب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''**أکثرهم أصحاب الحديث ورأيت القاضي أبا محمد المنصوري داؤديا إماما في مذهبه وله تدريس وتصانيف**'' [أحسن

التفاسير فى معرفة الأقاليم ص :٤٨١]

''ان میں اکثر اہل حدیث ہیں اور یہاں مجھے قاضی ابومحمد منصوری سے ملنے کا اتفاق ہوا جو مذہب داؤدظاہری کے امام تھے''۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت اہل حدیث ''برصغیر'' میں کوئی نئی جماعت نہیں ہے۔ بلکہ یہ جماعت اس وقت بھی موجود تھی جب کہ ''تقلید شخصی'' کی وبانے پھیلنا شروع کیا تھا۔

جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"**اعلَم أَن النَّاس كَانُوا قبل الْمِائَة الرَّابِعَة غير مُجْمِعِينَ على التَّقْلِيد الْخَالِص لمَذْهَب وَاحِد بِعَيْنِه**"

''جان لو کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے لوگ کسی ایک مذہب کی خالص تقلید پر یکجا نہیں ہوئے تھے''[حجة اللّٰه البالغة:١/٢٦٠]

قارئین کرام! اخیر میں ایک سوال ہماری طرف سے بھی ہے کہ کیا ''اہل حدیث'' کی تاریخ پر سوال اٹھانے والوں نے کبھی اپنا ''برتھ سرٹیفکیٹ'' دیکھا ہے؟

نہیں دیکھا تو ہم دکھائے دیتے ہیں۔

''فرقہ دیوبندیہ'' کا آغاز مدرسہ دیوبند کی ابتدا کے ساتھ ہوا جس کی بنیاد ۳۱ مئی ۱۸۶۶ء کو پڑی تھی۔

لہٰذا اس اعتبار سے ان کی پیدائش کو صرف ۱۵۸ سال اور ۱۳ دن ہوئے ہیں۔

جبکہ ''فرقہ بریلویہ'' کے بانی احمد رضا خان بریلوی چودہ جون ۱۸۵۶ عیسوی میں پیدا ہوئے تھے۔

جس سے ان کی وجود کو تقریباً ۱۶۷ سال ۹ مہینے ۳۰ دن سے بھی کم ہوئے ہیں۔

اور اگر وہ اپنی تاریخ ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ'' سے شروع کرتے ہیں تب بھی ہم سے سو سال بعد کے ہیں جبکہ وہ حقیقی معنوں میں ''امام ابوحنیفہ'' کے متبعین ہیں ہی نہیں۔

کیونکہ انہوں صاف لفظوں میں اعلان کر دیا ہے:"**لا يحلُّ لِمَنْ يُفتي من كتبي أنْ يُفتي حتى يعلم من أين قلتُ**" ''میری کتابوں سے فتویٰ دینے والے کے لیے فتویٰ دینا اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ میں نے یہ بات کہاں سے کہی ہے''۔[الانتقاء فى فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء لابن عبد البر:ص:١٤٥]

مزید فرماتے:"**لا ينبغي لمن لم يعرف دليلي أن يفتي بكلامي**"۔

''جو شخص میری دلیل کا علم نہ رکھتا ہو اس کے لیے میری کلام کا فتویٰ دینا جائز نہیں نہیں ہے''۔[حجة اللّٰه البالغة ٢٦٨/١]

حتیٰ کہ اپنے شاگرد رشید ''ابویوسف'' سے کہتے ہیں:"**ويحك يا يعقوب! لا تكتب كلَّ ما تسمع مني،**

فإني قد أرى الرأى اليوم وأتركه غدًا، وأرى الرأى غدًا وأتركه بعد غد ''.

''اے یعقوب! تیری خرابی ہو۔ میری ہر بات نہ لکھا کر میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے۔ کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے''۔[تاریخ ابن معین -رواية الدوری ۵۰۴/۳ ، وتاريخ بغداد وذيوله ط العلمية ۷۴/۲۲ ، والتصحيح والترجيح على مختصر القدورى ۲۰/۱]

قارئین کرام! کیا وطن عزیز میں ہے کوئی حنفیت کا علمبردار جو''امام ابوحنیفہ'' کے ان اقوال پر عمل پیرا ہو؟

بلکہ دعویٰ تو یہ ہے:''**الأَصل أَن كل آيَة تخالف قَول أَصْحَابنَا فَإِنَّهَا تحمل على النّسخ أَو على التَّرْجِيح وَالْأولَى أَن تحمل على التَّأْوِيل من جِهَة التَّوْفِيق ''.**

''ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہوگی اسے یا تو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ اس آیت کو تاویل پر محمول کیا جائے تاکہ توافق ظاہر ہو جائے''۔[أصول الكرخی:ص:۱۸]

اسی طرح لکھتے ہیں:''**الأصل أن كل خبر يجيء بخلاف قول أصحابنا فإنه يحمل ، على النسخ أو على أنه معارض بمثله ''.**

''بیشک ہر اس حدیث کو جو ہمارے اصحاب (یعنی فقہاء احناف) کے خلاف ہوگی، نسخ پر محمول کی جائے گی یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حدیث اس جیسی کسی دوسری حدیث کے خلاف ہے''۔[أصول الكرخی:ص:۱۸]

قارئین ذی وقار! یہ حقیقی ''حنفیت'' نہیں ہے بلکہ حقیقی حنفیت اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا منشا علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ احناف کے جلیل القدر فقیہ ابن ہمام کے شیخ ''ابن شحنۃ'' رحمہ اللہ سے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

''**إذا صَحَّ الحَدِيث وَكَانَ على خلاف الْمَذْهَب عمل بِالْحَدِيثِ وَيكون ذَلِك مذْهبه وَلَا يخرج مقلده عَن كَونه حنفيا بِالْعَمَلِ بِهِ فقد سح عَن ابى حنيفَة انه قَالَ إِذا صَحَّ الحَدِيث فَهُوَ مذهبى ''.**

''جب صحیح حدیث ملے اور وہ حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ہو پھر حدیث ہی پر عمل کیا جائے گا اور وہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہوگا اور اس صحیح حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے کوئی حنفیت سے نہیں نکلے گا کیونکہ امام صاحب کا فرمان ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہوگا''۔[المستخرج على المستدرك للحاكم للعراقی :۱۵/۱، وحاشية ابن عابدين :۶۸/۱]

لہٰذا ہمارے وجود پر سوال اٹھانے والوں اور مجمع عام میں ہماری تاریخ دہرانے والوں کو چاہیے کہ لوگوں کو گمراہ کر کے اپنی عاقبت تباہ نہ کریں اور مسلک بچانے کے لئے دین کو داؤ پر نہ لگائیں۔

صاعاً من طعام کا مفہوم اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

کفایت اللہ سنابلی

أبو سَعِيد الخُدْرِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، يَقُولُ:"كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ".

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ:"ہم فطرہ کی زکوٰۃ ایک صاع اناج یا گیہوں یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) نکالا کرتے تھے"۔[صحیح البخاری:١٥٠٦]

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی ابتداء میں جو"**صاعاً من طعام**"کے الفاظ ہیں اس سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں عام غلوں کو مراد لیا ہے پھر اسی غلط فہمی کی بنیاد پر یہ کہہ دیا گیا کہ فطرہ میں عام غلے دینا حدیث سے صراحتاً ثابت ہے۔

دراصل ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ"**صاعاً من طعام**"کے بعد اداۃ عطف"اَوْ"آیا ہے اس کے بعد چار چیزیں بیان ہوئی ہیں اور"اَوْ"یہ مغایرت پر دلالت کرتا ہے لہٰذا پتہ چلا کہ"**صاعاً من طعام**"ان چیزوں کے علاوہ ہے جن کا ذکر اداۃ عطف"اَوْ"کے بعد ہے۔

عرض ہے کہ عطف ہمیشہ مغایرت پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ عطف کی ایک قسم عطف تفسیری بھی ہے۔یعنی ایک چیز کو اجمالی طور پر ذکر کر دیا جائے پھر اس کے بعد اداۃ عطف کے ذریعہ اس کی تفصیل وتشریح کی جائے۔یہی معاملہ یہاں بھی ہے یعنی شروع میں"**صاعاً من طعام**"کے اجمالی بیان کے بعد جو اداۃ عطف"اَوْ"ہے وہ تفسیری ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

اولاً:

ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں اجمالی طور پر"**صاعاً من طعام**"کہا ہے اور بعد میں اسی اجمال کی تفصیل کرتے ہوئے چار چیزوں کا ذکر کیا ہے۔جیسا کہ درج ذیل حدیث میں بالکل وضاحت ہے:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، قال:"كنا نخرج في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعا من طعام، وقال أبو سعيد: وكان طعامنا الشعير والزبيب والأقط والتمر".

صحابی رسول ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:"ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عیدالفطر کے دن ایک صاع طعام نکالتے تھے۔ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا طعام (ان دنوں) جَو، زبیب، پنیر اور کھجور تھا"۔

[صحیح البخاری:۱۳۱/۲،رقم۱۵۱۰]

اس حدیث میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے مجمل طعام کی تفسیر وتفصیل بیان کردی کہ عہد رسالت میں فطرہ میں نکالا جانے والا طعام چار قسم کا ہوتا تھا۔لہٰذا جب حدیث کی تشریح خود حدیث سے ہی ہوگئی تو کسی اور رخ پر بحث کی سرے سے گنجائش ہی باقی نہ بچی۔

بعض لوگوں نے اس حدیث میں مذکور مجمل طعام کو بعد میں مذکور طعام سے الگ مانا تو ان پر ابن المنذ رحمہ اللہ نے رد کیا جسے نقل کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) فرماتے ہیں:

”وقد رد ذلک ابن المنذر وقال ظن بعض أصحابنا أن قوله فی حدیث أبی سعید صاعا من طعام حجة لمن قال صاعا من حنطة وھذا غلط منه وذلک أن أبا سعید أجمل الطعام ثم فسره ثم أورد طریق حفص بن میسرة المذکورة فی الباب الذی یلی ھذا وھی ظاھرة فیما قال ولفظه کنا نخرج صاعا من طعام وکان طعامنا الشعیر والزبیب والأقط والتمر“.

” ابن المنذر نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ گمان کرلیا کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ”**صاعاً من طعام**“ کے الفاظ ان لوگوں کے لیے دلیل ہیں جو کہتے ہیں کہ فطرہ میں ایک صاع گیہوں نکالا جائے گا۔جبکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے پہلے طعام کو اجمالی طور پر ذکر کیا ہے اور بعد میں اس کی تفسیر وتفصیل بیان کردی ہے۔پھر ابن المنذر نے حفص بن میسرۃ کے طریق والی روایت ذکر کی ہے جس کا ظاہر ابن المنذر ہی کے موقف پر دلالت کرتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمارا طعام (ان دنوں) جو،زبیب،پنیر اور کھجور تھا“۔[فتح الباری لابن حجر:۳۷۳/۳]

صحیح بخاری کے ایک دوسرے شارح امام قسطلانی (المتوفی ۹۲۳) بھی ابن المنذر کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”زاد الطحاوی من طریق أخری عن عیاض فلا نخرج غیره، وھو یؤید تغلیط ابن المنذر لمن قال إن قوله صاعًا من طعام حجة لمن قال صاعًا من حنطة“.

” امام طحاوی نے عیاض کے واسطے ایک دوسرے طریق سے یہ اضافہ بیان کیا ہے کہ (ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) ہم ان چیزوں (جن کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے ان) کے علاوہ کسی اور چیز سے فطرہ نہیں نکالتے تھے۔یہ حدیث ابن المنذر اس بات کی تائید کرتی ہے جس میں انہوں نے ان لوگوں کو غلط قرار دیا ہے جو”**صاعاً من طعام**“ سے ایک صاع گیہوں دینے کی دلیل لیتے ہیں“۔[إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری:۸۹/۳]

محمود عبد اللطیف عویضۃ صاحب لکھتے ہیں:

”فهذا أبو سعيد الخدری نفسه الذی رُوی حديثهم من طريقه، قد فسَّر لفظة الطعام تفسيراً يقطع الشک باليقين، بأن معناها عندهم الشعير والزبيب والأقط والتمر، أی الأصناف ذاتها الواردة فی حديثهم عقب لفظة الطعام، والحديث يفسِّر بعضه بعضاً، وعليه فإِنَّا نَحْمِلُ حديثَهم علىٰ هذا الحديث، فنقول إن هذا الحديث قد ذكر العامَ، ثم ذكر بعده الخاص، وهذا أسلوب يعرفه الكل“.

”ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ جن کے طریق سے فطرہ سے متعلق طعام والی حدیث منقول ہے انہوں نے خود لفظ طعام کی ایسی تفسیر کردی ہے جس سے شکوک وشبہات ختم ہوجاتے ہیں اور یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ طعام سے ان کی مراد جو، کشمش، پنیر اور کھجور ہی ہے، یعنی ٹھیک وہی قسمیں جو ان کی حدیث میں لفظ طعام کے بعد مذکور ہیں، اور بعض حدیث بعض حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ لہٰذا ہم ان کی حدیث کو اس حدیث پر محمول کریں گے اور کہیں گے کہ اس حدیث میں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے پہلے عمومی طور پر طعام کا ذکر کیا پھر اس کے بعد خصوصی طور پر سب کو بیان کردیا، اس طرح کے اسلوب بیان سے ہر ایک شخص واقف ہے“۔[الجامع لأحكام الصيام :ص:۳۴۱]

ثانیاً:

اس حدیث پر ایک اور پہلو سے غور کریں کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا:

”وكان طعامنا الشعير والزبيب والأقط والتمر“.

”ہمارا طعام (ان دنوں) جو، زبیب، پنیر اور کھجور تھا“۔[صحيح البخاری:۱۳۱/۲،رقم۱۵۱۰]

اگر ان کی حدیث میں طعام سے مطلق طعام مراد لیں تو اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہاں حصر کے ساتھ طعام کی چار قسمیں ہی بتلائی ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز صحابہ کرام کھاتے ہی نہ تھے؟

ظاہر ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے کیونکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ان چار کے علاوہ بھی کئی اقسام کے کھانے مثلا (اللحم) گوشت، (السمک) مچھلی، (الفواکہ) میوے، (الخضر اوات) سبزیاں، (الذرۃ) مکئی، (السویق) ستو، (اللبن) دودھ وغیرہ ان کے یہاں مستعمل تھے۔

لہٰذا یہ سیاق ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا مطلب یہی ہے جس طعام سے وہ فطرہ نکالتے تھے وہ طعام ان چار قسموں پر مشتمل تھا۔ نہ کہ یہ مطلب ہے کہ ان چار چیزوں کے علاوہ کوئی اور چیز وہ کھاتے ہی نہ تھے۔

ثالثاً:

یہ بات ذہن نشین کی جائے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں "**صاعاً من طعام**" کے ذریعہ اللہ کے نبی ﷺ کے قول وحکم کو نقل نہیں کیا ہے جو عام ہو اور حال و مستقبل سب کو شامل ہو، بلکہ ان الفاظ سے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے ماضی یعنی عہد رسالت کا عمل (کنا نخرج ہم نکالتے تھے) بیان کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ماضی میں یعنی اللہ کے نبی ﷺ کی حیات میں ہم صحابہ یہ چیز نکالتے تھے۔

اب اگر فرض کرلیا جائے کہ اس حدیث میں "**صاعاً من طعام**" ان چار چیزوں کے علاوہ ہے جن کا ذکر اس کے بعد ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عہد رسالت میں ان چار چیزوں کے علاوہ بھی دیگر غلوں سے فطرہ دیا جاتا تھا۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان چار چیزوں کے علاوہ وہ کون کون سے غلے تھے جو عہد رسالت میں بطور فطرہ دیئے جاتے تھے؟

احادیث اور روایات کا ذخیرہ چھان مارنے سے ان چار چیزوں کے علاوہ کسی بھی دوسرے غلے کے بارے میں صراحت نہیں ملتی کہ صحابہ کی جماعت نے اسے بھی فطرہ میں دیا ہوا۔

صرف ایک صحابیہ اسماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ عہد رسالت میں گیہوں نکالتی تھی لیکن یہاں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "**صاعاً من طعام**" سے گیہوں مراد نہیں لیا جاسکتا کیونکہ یہ الفاظ کہنے والے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اپنے علم کے مطابق یہ صراحت کررکھی ہے کہ گیہوں عہد رسالت میں نہیں نکالا گیا بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں نکالا گیا، کما سیاتی۔ اور چونکہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے "**صاعاً من طعام**" کہہ کر عہد رسالت کے دور کی حالت بیان کی ہے اس لیے ان کے ان الفاظ میں گیہوں کے شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے "**صاعاً من طعام**" میں مقدار ایک صاع بتلائی ہے جبکہ اسماء رضی اللہ عنہ کی جانب سے عہد رسالت میں گیہوں دینے کی جو بات ملتی اس میں صراحت ہے کہ وہ نصف صاع دیتی تھیں، اس میں بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مذکورہ الفاظ سے گیہوں مراد نہیں ہے۔

مزید برآں یہ کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فطرہ میں سرے سے گیہوں نکالنے پر عمل ہی نہیں کرتے تھے اور یہ کہتے کہ میں نبی ﷺ کے دور میں جن چیزوں کا فطرہ دیتا تھا نبی ﷺ کے بعد بھی صرف انہی چیزوں کو فطرہ میں دوں گا کما سیاتی۔

رابعاً:

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ہی سے یہ حدیث بہت سارے طرق سے مروی ہے اور کئی طرق میں "**صاعاً من طعام**" کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ صرف چار چیزوں ہی کا ذکر ہے مثلاً:

عـن أبی سعید :" لم نزل نخرج زکاة الفطر علی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم صاعا من تمر، أو شعیر، أو أقط، أو زبیب".

صحابی رسول ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں ایک صاع کھجور یا جَو یا پنیر یا کشمش نکالا کرتے تھے" [مسند أحمد ط المیمنیة:٢٣/٣،واسناده صحیح علی شرط مسلم واخرجه ایضا عبدالرزاق فی مصنفه (٣١٦/٣)من طریق داؤد به]

یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ "**صاعاً من طعام**" سے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی مراد وہی چار چیزیں ہیں جن کی تفصیل انہوں نے بعد میں پیش کردی ہے ورنہ اس حدیث میں "**صـاعـاً من طعام**" کے الفاظ نہ ہونے کی صورت میں اس غلے کا ذکر آنا لازمی تھا جو "**صاعاً من طعام**" سے مراد تھا!

یادرہے "**صـاعـاً مـن طـعام**" کہہ کر ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا قول وفرمان پیش نہیں کیا ہے بلکہ ماضی میں عہد رسالت کا ایک عمل پیش کیا ہے۔

خامساً:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب نصف صاع گیہوں بھی نکالنے کی بات کہی تو اس وقت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ نصف صاع گیہوں نہیں نکالا بلکہ ایک صاع بھی گیہوں نہیں نکالا یعنی ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فطرہ میں سرے سے گیہوں ہی نکالنے سے اجتناب کیا اور صرف ان چار چیزوں میں سے ہی فطرہ نکالتے رہے جو انہوں نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "**صاعاً من طعام**" سے ان کی مراد عام غلہ ہرگز نہیں ہے ورنہ وہ گیہوں میں ایک صاع فطرہ ضرور نکالتے۔

ملاحظہ فرمائیں ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے موقف سے متعلق روایات:

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی ٢٦١) نے کہا:

حـدثنا عبد اللّٰه بن مسلمة بن قعنب، حدثنا داؤد یعنی ابن قیس، عن عیاض بن عبد اللّٰه، عن أبـی سـعیـد الخدری، قال:"کنا نخرج إذ کان فینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم زکاة الفطر، عن کل صغیر، وکبیر، حر أو مملوک، صاعا من طعام، أو صاعا من أقط، أو صاعا من شعیر، أو صاعا من تمر، أو صاعا من زبیب فلم نزل نخرجه حتی قدم علینا معاویة بن أبی سفیان حاجا، أو

معتمرا فكلم الناس على المنبر، فكان فيما كلم به الناس أن قال: إني أرى أن مدين من سمراء الشام، تعدل صاعا من تمر فأخذ الناس بذلك قال أبو سعيد: فأما أنا فلا أزال أخرجه كما كنت أخرجه، أبدا ما عشت".

صحابیٔ رسول ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صدقہ فطر ہر چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع طعام یعنی ایک صاع پنیر یا جَو یا کھجور یا کشمش نکالتے تھے پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج یا عمرہ کو آئے تو لوگوں میں منبر پر وعظ کیا اور اس میں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ دو مد (یعنی نصف صاع) شام کا سرخ گیہوں (قیمت میں) ایک صاع کھجور کے برابر ہوتا ہے، تو لوگوں نے اس بات کو قبول کرلیا اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو تا حیات فطرہ میں وہی نکالتا رہوں گا جو اللہ کے نبی ﷺ کے دور میں نکالا کرتا تھا"۔[صحیح مسلم: ۶۷۸/۳، رقم ۹۸۵]

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۱) نے کہا:

حدثني عمرو الناقد، حدثنا حاتم بن إسماعيل، عن ابن عجلان، عن عياض بن عبد الله بن أبي سرح، عن أبي سعيد الخدري: "أن معاوية، لما جعل نصف الصاع من الحنطة، عدل صاع من تمر، أنكر ذلك أبو سعيد، وقال: لا أخرج فيها إلا الذي كنت أخرج في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم: صاعا من تمر، أو صاعا من زبيب، أو صاعا من شعير، أو صاعا من أقط".

صحابیٔ رسول ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: "جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصف صاع کھجور کو ایک صاع گیہوں کے برابر مقرر کیا تو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے انکار کیا اور کہا میں تو (فطرہ میں) وہی دوں گا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتا تھا یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جَو یا ایک صاع پنیر"۔[صحیح مسلم: ۶۷۹/۳، رقم ۹۸۵]

تنبیہ: فطرہ میں گیہوں نہ نکالنے سے متعلق ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی جو روایت ابن عجلان سے مختلف طرق سے مروی ہے اس میں صحیح روایت وہی ہے جسے امام مسلم کے حوالہ سے اوپر درج کیا تھا۔ اس کے علاوہ ابن عجلان کی جو دیگر روایات ہیں ان میں شدید اضطراب ہے اس لیے وہ صحیح نہیں ہیں انہی میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ:

"لا أخرج أبدا إلا صاعا".

"یعنی میں ایک ہی صاع ہمیشہ نکالوں گا"۔[سنن أبي داؤد: ۱۱۳/۲ رقم ۱۶۱۸، وضعفه الالباني]

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے آدھا صاع نکالنے سے اختلاف کیا تھا اور ایک صاع نکالنے کی بات کہی تھی۔ غالبًا اس جیسی روایت کے پیش نظر ہی بعض اہل علم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا اختلاف صرف مقدار متعین کرنے میں تھا۔

لیکن یہ روایت صحیح نہیں علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

مزید یہ کہ اسی روایت کے دیگر طرق میں الگ الفاظ ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ گیہوں میں ایک صاع بھی نکالنے کے منکر تھے اور صرف انہی چیزوں میں ایک صاع نکالنے کے قائل تھے جن پر عہد رسالت میں ان کا عمل تھا، چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں اس کے الفاظ یوں ہیں:

حدثنا یحیی بن سعید، عن ابن عجلان، حدثنا عیاض بن عبد اللّٰه، عن أبی سعید قال: ”لا أخرج أبدا إلا صاعا من تمر، أو شعیر، أو أقط، أو زبیب“.

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں نہیں نکالوں گا مگر صرف ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش“ [مسند أحمد (طبعة عالم الکتب): ۲۴۵/۴، رقم ۱۱۹۶۲م، ورجاله ثقات]

نیز ابن عجلان ہی کی ایک دوسری روایت کے مطابق ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حصر کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ عہد رسالت میں ہم صرف چار چیزوں ہی سے فطرہ نکالتے تھے اور میں انہی سے ہی فطرہ نکالوں گا۔ چنانچہ:

محمد بن عبد الرحمٰن المخلّص (المتوفی ۳۹۳) نے کہا:

حدثنا أحمد، حدثنا علی، حدثنا المعافی، حدثنا القاسم، عن محمد بن عجلان، عن عیاض قال: أمر معاویة بصدقة الفطر بمدین قمح، فقال أبوسعید الخدری: ”لا أخرج إلا کما کنا نخرج علٰی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فإنا لم نخرج إلا صاعا من تمر، أو صاع زبیب، أو صاعا من شعیر، أو صاعا من أقط“.

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میں فطرہ میں نہیں نکالوں گا مگر ویسے ہی جیسے عہد رسالت میں ہم نکالتے تھے اور عہد رسالت میں ہم نے ایک صاع کھجور، یا ایک صاع کشمش، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع پنیر کے علاوہ کچھ نہیں نکالا“۔ [المخلصیات: ۲۳/۲ ورجاله ثقات]

ابن عجلان ہی کی ان روایات سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فطرہ میں سرے سے گیہوں نکالنے کے قائل ہی نہ تھے۔

لیکن ہماری نظر میں ابن عجلان کے طریق سے آنے والی ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی صرف وہی حدیث معتبر ہے جو صحیح مسلم میں ہے یا جس کی تائید دیگر صحیح روایات سے ملتی ہے باقی ابن عجلان کی دیگر منفرد روایات معتبر نہیں ہیں کیونکہ ان کی بیان کردہ حدیث میں کئی طرح کا اضطراب ہے، واللہ اعلم۔

نیز اس کو صحیح بھی مان لیں تو اس کا مطلب صرف یہ ہوگا کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے مقدار میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا تھا اور سرے سے گیہوں نکالنے سے بھی اختلاف کیا تھا جیسا کہ صاحب مرعاۃ کے الفاظ میں اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

بہر حال درج بالا روایات سے معلوم ہوتا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے صرف قیمت کے اعتبار ہی سے اختلاف نہیں کیا بلکہ انہوں نے سرے سے گیہوں دینے ہی سے اختلاف کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ میں عہد رسالت میں جو دیتا تھا وہی آج بھی دوں گا۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۶) کہتے ہیں:'' **فهذا أبو سعيد يمنع من البر جملة**''.

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سرے سے گیہوں دینے ہی کے خلاف تھے''۔[المحلی لابن حزم، ت بیروت:٤/ ٢٥٢]

علامہ عبیداللہ الرحمانی المبارکفوری (المتوفی ۱۴۱۴ھ) لکھتے ہیں:

''**قد عرفت مما قدمنا إن أباسعيد كان يرى إن الواجب من كل شيء صاع خلافاً لمعاوية، ومن وافقه، ولكنه لم يخرج من البر قط لا صاعاً ولا نصفه لا، لأنه ما كان يعرف القمح فی الفطرة بل إتباعاً لما كان يفعله الصحابة فی زمانه ﷺ من إخراج غير البر، وكذا ابن عمر**''.

''ہماری سابقہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے موافقین سے اختلاف کرتے ہوئے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ ہر چیز میں ایک صاع ہی واجب ہے۔لیکن ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے گیہوں سے صدقۃ الفطر نکالا ہی نہیں، نہ ایک صاع اور نہ آدھا صاع، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فطرہ میں گیہوں کو ناجائز سمجھتے تھے بلکہ وہ گیہوں سے فطرہ نہ نکال کر کے عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل کی اتباع کرنا چاہتے تھے اور ٹھیک یہی معاملہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی تھا''۔[مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح:٦/١٩٧]

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فطرہ میں دی جانے والی صرف چار چیزوں کو بیان کیا ہے اور وہ پوری زندگی صرف انہی چار چیزوں سے ہی فطرانہ دیتے رہے۔اور یہی معاملہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی تھا کہ وہ بھی صرف انہی چیزوں سے فطرہ نکالتے تھے جو ان کی روایت کردہ حدیث میں مذکور ہیں۔

قسط اول

عرشِ الٰہی کے سائے میں کون ہوں گے؟

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾

ترجمہ: ''جس دن تم اسے دیکھ لو گے تو ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ در حقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے''۔[الحج:۲]

آج سورج کے دور ہونے کے باوجود ہم اس کی گرمی اور تپش سے پریشان ہو جاتے ہیں، مزید یہ کہ اس کی تپش سے بچاؤ کے لیے بہت سارے انتظامات بھی کرتے ہیں۔ کل قیامت کے دن سورج ہم سے بے حد قریب ہوگا، گرمی کی شدت سے ہر انسان اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں ڈوبا ہوگا، جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے۔

مِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ، قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:"تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ، حَتَّى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ -قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ :فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِى مَا يَعْنِى بِالْمِيلِ؟ اَمَسَافَةَ الْاَرْضِ، اَمِ الْمِيلَ الَّذِى تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ -قَالَ:فَيَكُونُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِى الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى حَقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا قَالَ:وَاَشَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ".

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: ''قیامت کے دن سورج تمام مخلوقات سے بالکل قریب ہو جائے گا حتیٰ کہ بعض لوگوں سے ایک میل کے فاصلہ پر ہو جائے گا۔ سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میل سے مراد زمین کی مسافت ہے یا سرمہ کی سلائی۔ لوگ اس دن اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں ڈوبے ہوں گے۔ ان میں سے بعض ایڑی تک، بعض گھٹنے تک، بعض کمر تک اور بعض منہ تک۔ جیسا کہ صحابیٔ رسول نے بتلایا کہ نبی ﷺ نے ہاتھ سے منہ کی جانب اشارہ کیا''۔[صحيح مسلم:٢٨٦٤]

سوال یہ ہے کہ سورج کی گرمی اور تپش سے بچاؤ کے لیے کیا کہیں سایہ میسر ہوگا؟

اس کا سیدھا سا جواب ہے، جی ہاں سایہ تو ہوگا لیکن ہر کسی کے لیے نہیں بلکہ یہ سایہ صرف انہی لوگوں کو رحمتِ الٰہی سے ملے گا جو لوگ حدیث میں ذکر کردہ اوصاف کے حامل ہوں گے۔

یہ مضمون انہی خوش نصیب افراد سے متعلق ترتیب دیا گیا ہے۔ اللہ رب العالمین ہمیں بھی انہی خوش نصیبوں میں شامل کرے۔ آمین یارب العالمین

۱۔ متن حدیث مع سند ۲۔ صحیح بخاری میں موجود اس حدیث کے رجال کا تعارف ۳۔ لطائف الاسناد ۴۔ ترجمہ حدیث مع الشرح ۵۔ حدیث سے مستنبط مسائل ۶۔ حدیث میں مذکورہ تعداد حصر کے لئے یا بغیر حصر کے لیے؟ ۷۔ سایہ عرش کا ہوگا یا اللہ کا؟ ۸۔ اس موضوع سے متعلق لکھی گئی کتابیں

۱۔ متن حدیث مع سند

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَدْلٌ، وَشَابٌّ نَشَاَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ". [صحیح البخاری:١٤٢٣]

۲۔ صحیح بخاری میں موجود اس حدیث کے رجال کا تعارف:

مسدد: وهو ابن مسرهد الاسدى البصرى، ثقة حافظ، من العاشرة، اخرج له (خ، د، ت، س)، توفى سنة ۲۲۸ھ۔

يحيى: وهو ابن سعيد القطان التميمى، البصرى، ثقة، متقن، إمام، قدوة، من التاسعة، روى له الجماعة، وتوفى عام ۱۹۸ھ۔

عبيدالله: وهو ابن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشى العدوى المدنى، ثقة ثبت، روى له الجماعة، من السادسة، توفى عام۱۴۳ھ۔و قيل ۱۴۴ھ۔ وقيل ۱۴۷ھ۔

خبيب: وهو ابن عبدالرحمٰن الانصارى الخزرجى المدنى، ثقة، روى له الجماعة، من الرابعة، توفى عام ۱۳۲ھ۔

حفص: وهو ابن عاصم القرشی العدوی المدنی، ثقة، روی له الجماعة، من الثالثة، توفی ۹۰ هـ قریبا.

ابو هریرة: وهو ابن عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی الیمانی، اسلم عام خیبر، صحابی جلالیل حافظ للسنة، اکثر من روی احادیث عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، دعا له النبیه ﷺ، توفی سنة ۵۹ هـ وقیل غیر ذلک. (تہذیب الکمال للمزی ترجمۃ: ۷۶۸۱، ۱۳۹۲، ۱۶۷۸، ۳۶۶۸، ۶۸۳۴، ۵۵۹۹، جامع الکتب التسعۃ میں بھی یہ تعارف دیکھ سکتے ہیں۔ (المتعۃ بشرح حدیث السبعۃ للشیخ ماجد بن عبداللہ آل عثمان، ص۹: یہ کتاب اسی حدیث کی شرح پر مشتمل ہے)۔

۳۔ لطائف الاسناد

۱. فیه التحدیث بصیغة الجمع فی موضعین، وبصیغة الإفراد فی موضع، وفیه العنعنة فی اربعة مواضع، وفیه القول فی موضع واحد.

۲. فیه: روایة الرجل عن خالة:وهی روایة عبیداللّٰه بن عمر عن خاله خبیب بن عبدالرحمٰن، وعن جده وهو:حفص بن عاصم.

۳. وفیه:ان رواته ما بین بصری وهم:مسدد، یحیی بن سعید، والبقیة مدنیون.

۴. انه من سداسیات البخاری.

۵. ان رجال إسناده،کلهم رجال الجماعة، سوی شیخه مسدد.

۶. انه مسلسل بالمدنیین، سوی مسدد، ویحیی بن سعید القطان فبصریان.

۷. فیه ثلاثة من التابعین روی بعضهم عن بعض:عبیداللّٰه عن خبیب عن حفص.

فیه ابا هریرة، وهو اکثر الصحابة رضی اللّٰه عنهم روایة للحدیث، فقد روی(۵۳۷۴). [المتعة بشرح حدیث السبعة للشیخ ماجد بن عبد الله آل عثمان،ص:۱۰]

۴۔ ترجمہ حدیث مع الشرح

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے

ہیں اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔

☆ شرح حدیث: **سبعة:ای:سَبْعَة اصناف وليس سبعة اشخاص.**

سات طرح کے لوگ مراد ہیں نہ کہ سات افراد۔[شرح صحيح البخاری للشيخ محمد بن صالح العثيمين:۷۹/۳]

”إِنَّمَا قَدرنَا هٰكَذَا ليدْخل فِيهِ النِّسَاء ، فالاصوليون ذكرُوا اَن إحكام الشَّرُ ع عَامَّة لجَمِيع الْمُكَلّفين، وَحكمه على الْوَاحِد حكم على الْجَمَاعَة إلَّا مَا دلّ الدَّلِيل على خُصُوص الْبَعْض“.

”اس فضیلت میں عورتیں بھی شامل ہیں،جیسا کہ اہل اصول کہتے ہیں کہ شریعت کے احکامات کے تمام مکلفین پابند ہیں، کسی ایک سے خطاب میں پوری جماعت شامل ہوگی الا یہ کہ کسی مکلّف کے لیے تخصیص کی کوئی دلیل ہو“۔[عمدة القاری شرح صحيح البخاری:۱۷۷/۵]

امام عادل: سے مراد وہ امام ہے جو اپنے رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرے،ان کے حقوق کی دیکھ ریکھ کرے، ان کے مصالح کی رعایت کرے،شریعت کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرے اور دینی ودنیوی مصالح پر پوری توجہ دے۔جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

”قال القاضی هو كل من إليه نظر فی شیء من مصالح المسلمين من الولاة والحكام“.

”اس سے مراد وہ ولاۃ اور حکام ہیں جو مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ ریکھ کرتے ہوں“۔[شرح النووی علی مسلم:۱۲۰/۷]

قال ابن حجر رحمه اللّٰه:”ويلحق به كل من ولی شيئاً من امور المسلمين فعدل فيه ، ويويده رواية مسلم من حديث عبداللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنهما ورفعه :(إن المقسطين عند اللّٰه علی منابر من نور عن يمين الرحمٰن ، الذين يعدلون فی حكمهم واهليهم وماولوا) واحسن مافسر به العادل انه الذی يتبع امر اللّٰه تعالٰی بوضع كل شیء فی موضعه من غير إفراط ولا تفريط“.

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:”اس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو عدل کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ ریکھ

کرتے ہوں مزید اس کی تائید صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت سے ہوتی ہے:''عدل کرنے والے اللہ کے ہاں رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اوراس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، یہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل وعیال اور جن کے یہ ذمہ دار ہیں ان کے معاملے میں عدل کرتے ہیں''۔

عادل کی سب سے بہترین تفسیر یہ ہے جو بغیر اسراف کے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر فیصلہ پورے عدل کے ساتھ کرے۔[فتح البارى لابن حجر:ح:٦٦٠]

کتاب وسنت میں عدل وانصاف کرنے والوں کی اس کے علاوہ اور بھی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔

اللہ کا فرمان ہے:﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَ تْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الحجرات:٩]

ترجمہ:''اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو، اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو :قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا".

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''عدل کرنے والے اللہ کے یہاں رحمان عزوجل کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اوراس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، یہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل وعیال اور جن کے یہ ذمہ دار ہیں ان کے معاملے میں عدل کرتے ہیں''۔[صحیح مسلم:١٨٢٧]

وعن عياض بن حمار رضى الله عنه قال :سمعت رسول اللهﷺ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ :"ذُو سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ، وَرَجُلٌ رَحِيمٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِي قُرْبَى وَمُسْلِمٍ، وَعَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِيَالٍ".

ترجمہ:''اہل جنت تین (طرح کے لوگ) ہیں ایسا سلطنت والا جو عادل ہے صدقہ کرنے والا ہے اسے اچھائی کی

توفیق دی گئی ہے۔اور ایسا مہربان شخص جو ہر قرابت دار اور ہر مسلمان کے لیے نرم دل ہے اور وہ عفت شعار (برائیوں سے بچ کر چلنے والا) جو عیال دار ہے، (پھر بھی) سوال سے بچتا ہے“۔[صحیح مسلم :۲۸٦٥]

☆ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ:

(نَشَابعبادة اللّٰه َ) ای :” نما وتربى لا فى معصية ، فجوزى بظل العرش، لدوام حراسة نفسه عن مخالفة ربه .“

”جس کی پرورش وتربیت عبادت الٰہی میں ہوئی ہو نہ کہ معصیت میں، لہٰذا خود کو اللہ کی مخالفت سے مستقل بچانے کے بدلہ میں عرش کا سایہ دیا جائے گا“۔[تحفة الاحوذی:٥٨/٧]

”وَفِي حَدِيث سلمَان :(افنى شبابه ونشاطه فِي عبَادَة اللّٰه).فَإِن قلت :لِمَ خص الثَّانِي من السَّبْعَة بالشباب، وَلم يقل :رجل نَشا؟ قلت :لِاَن الْعِبَادَة فِي الشَّبَاب اَشد واشق لِكَثْرَة الدَّوَاعِي وَغَلَبَة الشَّهَوَات، وَقُوَّة البواعث علٰى اتِّبَاع الْهوٰى“.

”سلمان رضی اللہ عنہ کا ایک موقوف اثر ہے جس نے اپنی جوانی کا ایک ایک لمحہ اللہ کی عبادت میں لگا دیا ہو۔سوال یہ ہے کہ جوانی کی تخصیص کیوں کی گئی اور یہ کیوں نہیں کہا گیا کہ وہ آدمی جس نے اپنی زندگی اللہ کی عبادت میں گزاری ہو؟ میرے نزدیک اس کا جواب ہے کہ جوانی میں عبادت کرنا عمر کے دیگر مرحلہ کی بنسبت زیادہ مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس میں انسان پر شہوات کا غلبہ اور گناہ کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔اس وجہ سے یہ بلند اور عظیم مقام اللہ ایسے نوجوان کو دے گا“۔[عمدة القاری شرح صحیح البخاری:١٧٨/٥]

☆ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي المَسَاجِدِ:

وَمَعْنَاهُ :”شدَّة تعلق قلبه بالمساجد، وَإِن كَانَ خَارِجا عَنهُ، وَتعلق قلبه بالمساجد كِنَايَة عَن انْتِظَاره اَوْقَات الصَّلَوَات فَلَا يُصَلِّي صَلَاة وَيخرج مِنْهُ إِلَّا وَهُوَ منتظر وَقت صَلَاة أُخْرَى حَتَّى يُصَلِّي فِيهِ، وَهَذَا يسْتَلْزم صلَاته اَيْضا بِالْجَمَاعَة“.

”جس شخص کا دل مسجد سے باہر ہونے کے باوجود مسجد سے حد درجہ جڑا ہوا ہو، مسجد سے جڑا ہونے سے مراد ہے کہ وہ نماز کے اوقات کا انتظار کر رہا ہو، یعنی ایک نماز کی جماعت کے ساتھ ادائیگی کے بعد دوسری نماز کا باجماعت ادائیگی کا انتظار کر کے اسے بھی ادا کرے“۔ [عمدة القاری شرح صحیح البخاری:١٧٨/٥]

قال الشيخ ابن عثيمين رحمه اللّٰه :”فهل مثله من لا يحضر المساجد، لكن قلبه معلّق

بالصلاة؛ يعنى :امـرأة مثلًا فـى بيتها قلبها معلق بالصلاة، او إنسان مريض لا يستطيع الصلاة فى المسجد لكن قلبه معلق بالصلاة...الذى يظهر لى ان الذى قلبه معلق بالصلاة، سواء كان يوديها فى البيت لعذر، او لكونه ليس من اهل الجماعة يدخل فى الحديث".

ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''کیا اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مسجد میں حاضر نہیں ہوتے ہیں لیکن ان کا دل نماز کے لیے منتظر ہوتا ہے۔ جیسے عورتیں ہیں وہ مسجد میں تو نہیں آتی ہیں لیکن ان کا دل نماز کا منتظر ہوتا ہے۔ یا اسی طرح وہ بیمار شخص جو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔لیکن اس کا دل عبادت کا منتظر رہتا ہے۔

اس مسئلہ میں جو بات میرے نزدیک راجح ہے وہ یہ کہ اس اجر میں مذکورہ دونوں لوگ شامل ہوں گے (وہ عورتیں جن کا مسجد آنا ضروری نہیں ہے یا وہ لوگ جو کسی معقول عذر جیسے بیماری کے سبب مسجد نہ پہنچ سکیں)''۔[شرح صحيح البخارى للشيخ محمد بن صالح العثيمين:٨٤/٣]

☆ وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ:

مَعْنَاهُ :"ورجل يحب غيره فِى اللّٰه، والمحبة اَمر نسبى فَلَا بُد لَهَا من المنتسبين، فَلذَلِک قَالَ:رجلَانِ، وَوَقع فِي رِوَايَة حَمَّاد بن زيد :(ورجلان قَالَ كل مِنهُمَا لِلآخر :إِنِّي احبک فِي اللّٰه، فصدرا علٰى ذَلِک).قَوْله:(اجْتمعَا علٰى ذَلِک)اَى:على الْحبّ فِي اللّٰه".

''محبت ایک امر نسبی چیز ہے جس میں دو لوگوں کا پایا جانا ضروری ہے۔لہٰذا دو لوگ ایک دوسرے سے دنیاوی مقاصد کو بالائے طاق رکھ کر رب کی خاطر محبت کریں۔حماد بن زید کی روایت میں ہے:(دونوں نے ایک دوسرے سے کہا میں تجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔پھر وہ اسی پر باقی رہے)۔اور نبی کے فرمان (اجْتمعَا على ذَلِک) کا مطلب ہے۔ان کی محبت اللہ کی رضا پر برقرار بھی رہی۔اور وہ دونوں کسی دنیوی غرض کے سبب جدا بھی نہیں ہوئے''۔[عمدة القارى شرح صحيح البخارى :١٧٩/٥]

☆ وَرَجُلٌ دَعَتهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ:إِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ:

قَوْله:"(وَرجل دَعَتهُ امْرَاَة) :وَفِي رِوَايَة اَحْمد عَن يحيى الْقطَّان :(دَعَتهُ امْرَاَة) ، وَلمُسلم وللبخارى اَيْضا فِي الْحُدُود:عَن ابْن الْمُبَارک، وَزَاد ابْن الْمُبَارک :(إِلَى نَفسهَا) ، وَفِي رِوَايَة الْبَيْهَقِيّ فِي (شعب الْإِيمَان)، من طَرِيق ابى صَالح:عَن ابى هُرَيْرَة:(فعرضت نَفسهَا عَلَيْهِ)، وَظَاهر

الْكَلام اَنَّهَا دَعَتْهُ إِلَى الْفَاحِشَة، وَبِه جزم الْقُرْطُبِىّ .وَقيل:يحْتَمل اَن تكون طلبته إِلَى التَّزْوِيج بهَا فخاف اَن يشْتَغل عَن الْعِبَادَة بالافتتان بهَا، اَو خَاف اَن لَا يقوم بِحَقِّهَا لشغله بِالْعبَادَة عَن التكسب بِمَا يَلِيق بهَا، وَالْاول اظهر لوُجُود قَرَائِن عَلَيْهِ".

مسند احمد میں یحییٰ القطان (دَعَتْهُ امْرَاَة) کے الفاظ ہیں۔صحیح بخاری اور مسلم میں کتاب الحدود میں ابن مبارک سے (إِلَى نَفسهَا) کے الفاظ ہیں۔اسی طرح شعب الایمان میں بیہقی کی روایت میں ابوصالح کی سند سے ابوہریرہ رضی اللہ سے ایک روایت ہے۔(فعرضت نَفسهَا عَلَيْهِ) بظاہر تو معنی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ عورت کسی شخص کو بدکاری کی طرف دعوت دے۔امام قرطبی نے رحمہ اللہ نے اسی پر یقین ظاہر کی ہے۔ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ وہ عورت اسے شادی کی دعوت دے لیکن وہ اس بنیاد پر اسے انکار کردے کہ عبادت اس کی کہیں شادی کے سبب متاثر نہ ہوجائے یا یہ کہ کثرت عبادت کے سبب اس عورت کے حقوق اس سے پورے طور پر نہ ادا ہوسکیں۔قرائن کی بنیاد پر پہلا قول ہی راجح ہے"۔[عمدة القاری شرح صحیح البخاری:۱۷۹/۵]

☆ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتَّى لاَ تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ:

"إن المقصود منه المبالغة فی إخفاء الصدقة".

"اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان حد درجہ چھپا کر کے اللہ کے راستے میں صدقہ کرے"۔[فتح الباری لابن حجر :۱٤۷/۲]

☆ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ:

"من الدمع لرقة قلبه وشدة خوفه من جلال".

ترجمہ: "دل کی نرمی اور اللہ رب العالمین کے خوف سے اس کے آنسو نکل پڑیں"۔[إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری:۳۳/۲]

"(خَالِيًا)من الخلق لانه اقرب إلى الإخلاص وابعد من الرياء".

ترجمہ: "لوگوں سے الگ تھلگ ہوکر اللہ کو یاد کرنا یہ انسان کو اخلاص کے قریب اور ریا سے دور رکھتا ہے"۔[إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری:۳۱/۲]

جاری..................

☆☆☆

تعویذ سے متعلق عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تحقیقی جائزہ

کفایت اللہ سنابلی

کچھ دنوں قبل ہمارے علاقہ میں ایک بریلوی مقرر تشریف لائے اور سامعین کو خطاب کیا، اس خطاب کی ریکارڈنگ ہمارے پاس لائی گئی، ہم نے تقریر سنی، موصوف کا انداز بیان روایتی بریلوی خطباء سے ذراہٹ کر تھا، آں جناب نے اپنی تقریر میں بار بار اہل حدیث حضرات کا نام لیا، مگر ہمارے علم کے مطابق موصوف نے کوئی تلخ کلامی نہیں کی، بلکہ دوران خطاب غیر مقلد کہنے کے بجائے اہل حدیث بھائی اور سلفی بھائی کہہ کر ہمیں مخاطب کیا، نیز آں جناب کی بعض باتوں سے اس چیز کی بھی تصدیق ہوگئی کہ ہندوستان میں اہل حدیثوں کا وجود انگریزوں کے دور میں نہیں ہوا۔

کیونکہ آں جناب نے تعویذ سے متعلق ایک روایت پیش کی اور اس کے بعد ان اہل علم کی فہرست پیش کی جنھوں نے اسے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، فہرست میں بعض اہل علم کے ناموں کو گنانے کے بعد موصوف نے کہا کہ اب میں ان اہل حدیث علماء کے نام پیش کر رہا ہوں جنھوں نے اس حدث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس کے بعد موصوف نے اہل حدیث علماء کی فہرست پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا نام پیش کیا اس کے بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگردوں مثلاً ابن کثیر امام ذہبی اور دیگر اہل علم کے نام پیش کئے۔

موصوف کی اس بات سے یہ حقیقت طشت از بام ہوگئی کہ ہندوستان میں اہل حدیثوں کا وجود انگریزوں کے دور سے پہلے بلکہ بہت پہلے ہی سے تھا، کیونکہ موصوف نے خود اہل حدیث علماء کی فہرست میں ایسے لوگوں کے نام گنائے ہیں جو انگریزوں کے وجود سے صدیوں سال پہلے اس دنیا سے چلے گئے۔

بہر حال موصوف نے تعویذ والی روایت سے متعلق اپنی جو تحقیق پیش کی ہے ہم ذیل کے سطور میں اس کا جائزہ لیتے ہیں:

حدیث مع سند و متن:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: "إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَّوْمِ فَلْيَقُلْ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ فَإِنَّهَا

لَنْ تَضُرَّهُ .فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو ، يُلَقِّنُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهِ، وَمَنْ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِي صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ ".

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ اگر کوئی نیند میں ڈر جائے تو یہ دعا پڑھے: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ. (یعنی میں اللہ کے غضب، عقاب، اس کے بندوں کے فساد، شیطانی وساوس اور ان (شیطانوں) کے ہمارے پاس آنے سے اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں) اگر وہ یہ دعا پڑھے گا تو وہ خواب اسے ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ یہ دعا اپنے بالغ بچوں کو سکھایا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے لیے لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے'' [سنن الترمذی :۵/۵۴۲ رقم ۳۵۲۸]

اس روایت کو ترمذی، ابوداؤداور بہت ساری کتابوں سے موصوف نے پیش کر کے کہا کہ اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور یہ ضعیف ہے لیکن میں اس کی توثیق ثابت کرسکتا ہوں۔

جواباً عرض ہے کہ کسی بھی اہل حدیث کا یہ اعتراض نہیں ہے کہ محمد بن اسحاق ضعیف ہے بلکہ اعتراض یہ ہے کہ ساری کتابوں میں یہ روایت ایک ہی سند سے نقل کی گئی ہے اور اس میں محمد بن اسحاق راوی ہے جس نے عن سے روایت کیا ہے اور یہ مدلس ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا: ''هُوَ كَثِيرُ التَّدْلِيسِ جِدًّا ''.

''یہ بہت زیادہ تدلیس کرنے والے ہیں''۔[الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۴/ ۲۸، وسندہ صحیح، و الحضربن داود ثقة علی الراجح]

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۴) نے کہا: ''کان یدلس علی الضعفاء فوقع المناکیر فی روایته ''.

''یہ ضعفاء پر تدلیس کرتے تھے جس کے سبب ان کی روایت میں منکرات ہیں''۔[الثقات لابن حبان: ۷/ ۳۸۳]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳) نے کہا: ''ویدلس فی حدیثه''.

''یہ اپنی حدیث میں تدلیس کرتے ہیں''۔[تاریخ بغداد: ۲/ ۲۱]

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۷) نے کہا: ''محمد بن إسحاق وهو مدلس''.

''محمد بن اسحاق مدلس ہیں''۔[مجمع الزوائد: ۱۰/ ۲۷]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ انہیں طبقات المدلسین کے چوتھے طبقہ میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”صدوق مشهور بالتدليس عن الضعفاء والمجهولين وعن شر منهم“.

”یہ صدوق ہیں اور ضعفاء ومجہولین اور ان سے بھی بدترین لوگوں سے تدلیس کرنے میں مشہور ہیں“۔[تعریف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس :ص:۵۱]

مذکورہ بالا تمام اقوال کا خلاصہ یہ کہ محمد بن اسحاق کثیر التدلیس مدلس راوی ہیں اور اصول حدیث میں یہ بات مسلم ہے کہ کثیر التدلیس مدلس کا عنعنہ مردود ہوتا ہے، یعنی جس روایت کو وہ عن سے روایت کرے وہ روایت ضعیف وغیر مقبول ہوتی ہے۔

اور مذکورہ حدیث کے کسی بھی طریق میں محمد بن اسحاق کے سماع کی تصریح نہیں ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

کیا حدیث مذکور کی کوئی دوسری سند بھی ہے؟

بریلوی مقرر نے لوگوں کو مغالطہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ اس حدیث کی ایک دوسری سند ایسی بھی ہے جس کے اندر محمد بن اسحاق راوی نہیں ہے، چنانچہ موصوف نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ”خلق افعال العباد“ سے مذکورہ حدیث درج ذیل سند سے پیش کی:

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ:ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ:” كَانَ الْوَلِيدُ بْنُ الْوَلِيدِ رَجُلًا يَفْزَعُ فِي مَنَامِهِ، وَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ:إِذَا اضْطَجَعْتَ لِلنَّوْمِ فَقُلْ:بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينَ، وَاَنْ يَحْضُرُونَ فَقَالَهَا فَذَهَبَ ذَلِكَ عَنْهُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا:مَنْ بَلَغَ مِنْ بَنِيهِ عَلَّمَهُ إِيَّاهُنَّ، وَمَنْ كَانَ مِنْهُمْ صَغِيرًا لَا يَعِيهَا كَتَبَهَا وَعَلَّقَهَا فِي عُنُقِهِ“. [خلق افعال العباد للبخاري: ص:۹٦،بتحقيق عبد الرحمن عميرة]

اس کو پیش کرنے کے بعد بریلوی مقرر نے کہا کہ دیکھیں اس سند میں محمد بن اسحاق نہیں ہے اس لیے اس سند پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

جواباً عرض ہے کہ یہ بات کہنا یا تو اصول حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے، یا صریح ہٹ دھرمی ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی محولہ کتاب ”خلق افعال العباد“ والی روایت کی سند میں بھی محمد بن اسحاق ہی ہے۔

دراصل ”خلق افعال العباد“ کا جو نسخہ عبدالرحمٰن عمیرۃ صاحب کی تحقیق سے چھپا ہے اس میں غلطی سے مذکورہ حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق کی جگہ محمد بن اسماعیل چھاپ دیا گیا ہے، مکتبہ شاملہ میں بھی یہی نسخہ ہے اور اس میں بھی یہی غلطی ہے، مقرر موصوف نے جہالت یا ہٹ دھرمی کا ثبوت دیتے ہوئے اسے دوسرا راوی سمجھ لیا۔

حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ کتاب ہمارے ناقص علم کے مطابق پوری دنیا میں سب سے پہلے ہندوستان سے چھپی اوراس میں حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہی چھپا تھا۔ دیکھئے: (خلق افعال العباد: ص:۸۸ مطبوعہ ہند)

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسی ہندوستانی مطبوعہ نسخہ سے اس حدیث کی سند اپنی کتاب صحیحہ میں نقل کی جیسا کہ بریلوی مقرر نے بھی اس کا حوالہ دیا تھا لیکن آن جناب نے یہ مغالطہ دیا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

البتہ اس حدیث کا ابتدائی ٹکڑا جس میں تعویذ والی مستدل بات نہیں ہے وہ چونکہ علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق میں دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے اس لیے صرف اس حصہ کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے اور ساتھ میں پوری صراحت کے ساتھ یہ وضاحت کردی ہے کہ اس حدیث میں تعویذ والی بات ہے اس کی تائید کسی صحیح حدیث سے نہیں ہوتی بلکہ یہ بات صرف اسی ضعیف حدیث ہی میں ہے اس لیے یہ ضعیف ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ ''الصحیحۃ'' میں لکھتے ہیں:

قلت: ''لكن ابن إسحاق مدلس وقد عنعنه فى جميع الطرق عنه، وهذه الزيادة منكرة عندى، لتفرده بها''. والله اعلم

میں (البانی) کہتا ہوں: ''لیکن ابن اسحاق مدلس ہیں اور تمام طرق میں عن سے روایت کیا ہے، اور یہ زیادتی میرے نزدیک منکر ہے کیونکہ اسے صرف ابن اسحاق نے ہی بیان کیا ہے''۔[سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۵۲۹/۱]

اس کے بعد علامہ البانی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''خلق افعال العباد مطبوعہ ھند'' سے اس روایت کی سند ان الفاظ میں پیش کی ہے:

''وقد علقه البخارى فى افعال العباد (ص: ۸۸ طبع الهند): قال احمد بن خالد حدثنا محمد بن إسحاق به مثل لفظ ابن عياش''. [سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۵۲۹/۱]

لیکن بریلوی مقرر نے یہ سب کچھ دیکھنے اور پڑھنے کے باوجود بھی عوام کو دھوکہ دیا اور ان کے سامنے صرف یہ کہا کہ اہل حدیث کے بہت بڑے عالم البانی نے بھی اسے صحیحہ میں نقل کیا ہے۔

نیز اسی صحیحہ میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''خلق افعال العباد'' کے ہندوستانی مطبوعہ نسخہ سے مذکورہ حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق کا نام نقل کیا ہے لیکن بریلوی مقرر نے اس سلسلے میں کوئی وضاحت نہیں۔

ہندوستانی مطبوعہ نسخہ کے علاوہ بلاد عرب میں امام بخاری رحمہ اللہ کی یہی کتاب شیخ فہد بن سلیمان الفہید کی تحقیق سے

بھی چھپی ہے اوراس میں اس حدیث کی سند میں محمد بن اسماعیل کے بجائے محمد بن اسحاق ہی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اس کتاب کے جتنے بھی مخطوطے ہیں ہماری ناقص علم کے مطابق کسی ایک میں بھی مذکورہ سند میں محمد بن اسحاق کی جگہ محمد بن اسماعیل نہیں ہے، شیخ فہد بن سلیمان الفہید نے سات قلمی نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کتاب کی تحقیق کی ہے لیکن کسی ایک بھی مخطوطہ میں انہیں محمد بن اسحاق کی جگہ محمد بن اسماعیل نظر نہیں آیا، کیونکہ انہوں نے مذکورہ حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق ہی کا نام درج کیا ہے اور حاشیہ میں محمد بن اسحاق کے نام پر کوئی حاشیہ نہیں لگایا ہے اور اس مقام پر کسی بھی نسخے کا کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا ہے۔

ایک اور زبردست شہادت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے خلق افعال العباد میں جس راوی احمد بن خالد سے مذکورہ روایت نقل کی ہے ٹھیک اسی راوی سے اسی حدیث کو امام ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''معرفۃ الصحابۃ: ۲۷۲۷/۵'' میں روایت کیا ہے اور امام ابونعیم رحمہ اللہ کی اس کتاب میں بھی احمد بن خالد کے استاذ کا نام محمد بن اسحاق ہی ہے۔

دوسری زبردست شہادت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''خلق افعال العباد'' میں جس راوی احمد بن خالد سے مذکورہ روایت نقل کی ہے ٹھیک اسی راوی سے اسی حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب (عمل الیوم واللیلۃ: ص:۴۵۳، رقم:۷۶۶) میں روایت کیا ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ کی اس کتاب میں بھی احمد بن خالد کے استاذ کا نام محمد بن اسحاق ہی ہے۔

ملاحظہ ہو امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۰۳) نے کہا:

أَخْبرنِي عمرَان بن بكار قَالَ حَدثنَا أَحْمد بن خَالِد قَالَ حَدثنَا ابْن اسحق عَن عَمْرو بن شُعَيْب عَن أَبِيه عَن جده قَالَ: ''كَانَ خَالِد بن الْوَلِيد بن الْمُغيرَة رجلا يفزع فِي مَنَامه فَذكر ذَلِك لرَسُول الله ﷺ فَقَالَ لَهُ النَّبِي ﷺ إِذا اضطجعت فَقل باسم الله أعوذ بِكَلِمَات الله التَّامَّة من غَضَبه وعقابه و (من) شَرّ عباده وَمن همزات الشَّيَاطِين وَأَن يحْضرُون فَقَالَهَا فَذهب ذَلِك عَنهُ''. [عمل اليوم والليلة للنسائي: ص:٤٥٣ رقم:٧٦٦]

تیسری زبردست شہادت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے ''خلق افعال العباد'' میں جس راوی احمد بن خالد سے مذکورہ روایت نقل کی ہے ٹھیک اسی راوی سے اسی حدیث کو امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب (التمہید: ۱۱۰/۲۴) میں روایت کیا ہے اور امام ابن

عبدالبر رحمہ اللہ کی اس کتاب ''التمہید''میں بھی احمد بن خالد کے استاذ کا نام محمد بن اسحاق ہی ہے۔

ملاحظہ ہو:

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳) نے کہا:

أَخْبَرَنَا قَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنْجَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جده كَانَ الْوَلِيدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ يُرَوَّعُ فِي مَنَامِهِ قَالَ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيّ ﷺ إِذَا اضْطَجَعْتَ لِلنَّوْمِ فَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَشَرِّ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ فَقَالَهَا فَذَهَبَ عَنْهُ ذَلِكَ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ بَنِيهِ وَمَنْ كَانَ منهم صغيرا لَا يُقِيمُهَا كَتَبَهَا وَعَلَّقَهَا عَلَيْهِ.

[التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ٢٤/ ١١٠]

کچھ مزید شواہد:

مذکورہ حقائق کے ساتھ اس بات پر بھی غور کیجئے کہ:

احمد بن خالد کے اساتذہ میں محمد بن اسحاق کا ذکر تو ملتا ہے مگر محمد بن اسماعیل کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔

عمرو بن شعیب کے شاگردوں میں محمد بن اسحاق کا ذکر تو ملتا ہے مگر محمد بن اسماعیل کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔

مذکورہ حدیث بہت ساری کتب احادیث میں ہے مگر سب میں محمد بن اسحاق ہی کے طریق سے مروی ہے۔

''محمد بن اسماعیل'' کون؟

ان تفصیلات کے بعد بھی اگر کوئی بضد ہے کہ خلق افعال العباد میں محمد بن اسحاق نہیں بلکہ محمد بن اسماعیل ہے تو ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اس طبقہ میں اس راوی کا تعین کریں اور اس کے حالات اور اس کی توثیق پیش کردیں، نیز اس کے اساتذہ اور تلامذہ کی فہرست بھی پیش کریں۔

اور اگر یہ معلومات نہ پیش کرسکیں تو خود اس راوی کی عدم معرفت کے سبب یہ روایت بھی ضعیف قرار پائے گی۔

خلاصۂ کلام: الغرض یہ کہ مذکورہ روایت کی صرف اور صرف ایک ہی سند ہے جس میں ابن اسحاق مدلس راوی نے عن سے روایت کیا ہے اور کسی بھی طریق میں نہ تو اس کے سماع کی تصریح ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ثقہ متابع موجود ہے، اس لیے یہ روایت ضعیف ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی خلافت پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا استنباطِ قرآنی

اُم محمد خوشنما مصلح الدین

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ ہیں جنہیں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے چُنا ہے اور جن کو حفاظت شریعت کا پہلا زینہ بنایا ہے، جن کی سب سے بڑی سعادت مندی یہ ہے کہ بروز قیامت صحابۂ کرام کے علاوہ دیگر مومنین کو دخولِ جنت کے بعد جس نعمت (رضاءِ الٰہی) کا حصول ہوگا وہی نعمت ان صحابۂ کرام کو دنیا میں عطا کی جا چکی ہے، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے''۔[التوبة:۱۰۰]

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے متعلق فرمایا:

''لا تسبوا اصحابی ،فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ،ولا نصیفه''.

''میرے صحابہ کو گالی یا بُرا نہ کہنا، (جان لو کہ) تم میں سے کوئی بھی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی (صدقہ وخیرات میں) خرچ کرلے تو وہ اُن (صحابہ) میں سے کسی بھی ایک کے مکمل یا آدھے مُد (آدھا کلو یا پاؤ کلو اناج کے خرچ کرنے کی فضیلت ومقام) تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔[صحیح بخاری:۳٦٧٣]

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں''۔(متفق علیہ)

لہٰذا صحابۂ کرام سے محبت کرنا اور اُن کا ظاہری و باطنی طور پر عملاً احترام کرنا، صحابہ سے بغض وعداوت رکھنے والوں

سے نفرت وعداوت رکھنا، صحابہ کے باہمی ظاہری اختلافات میں خاموشی اختیار کرنا اور ہر قسم کی منفی رائے دہی سے اجتناب کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ تمام صحابہ عدول ہیں اور اللہ کے یہاں انتہائی معزّز اور اجر وثواب والے ہیں اور اُن کی سیرت وکردار کو زبانی وعملی طور پر اپنانا ہر مسلمان پر فرض وواجب ہے۔

عمومی طور پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو بھی فضائل قرآن مجید کی آیات اور احادیث میں وارد ہیں ان میں خال المومنین اور کاتبِ وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حبر الامۃ ومفسر امت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب شخصیات میں شامل ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کو واجب کردیا ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا".

"میری امت کا وہ پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا ان کے لیے جنت واجب ہے" [صحیح بخاری:۲۹۲٤]

آپ وحی لکھتے تھے یعنی کاتبین وحی میں سے ہیں۔[دلائل النبوۃ للبیھقی :ج:۲، ص:۲٤۳]

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ انہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں وقف کردیا گیا، سفر وحضر میں آپ ﷺ کے ساتھ رہتے اور جب بھی آپ ﷺ وضو کا ارادہ فرماتے فوراً وضو کا پانی حاضر کردیتے، جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تو یہ بھی آپ ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہوکر نماز شروع کردیتے، سفر کے دوران کئی مرتبہ ان کو نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا، غرض یہ کہ ہر لمحہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کمر بستہ رہے۔

فضل وکمال کے اعتبار سے ابن عباس رضی اللہ عنہ اس عہدِ مبارک کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے، ان کی ذات ایسی زندہ کتاب خانہ تھی جس میں تمام علوم ومعارف بہ ترتیب جمع تھے، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب اور شاعری وغیرہ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں ان کو یدِ طولیٰ حاصل نہ رہا ہو۔ بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر وتاویل میں جو مہارت اور آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں جو وسعت ان کو حاصل تھی وہ کم کسی کے حصہ میں آئی۔

ویسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے کئی اصحاب کو دعائیں دی ہیں لیکن جن دو ہستیوں کو علم کی دعا دی ان میں یہ دونوں اصحاب شامل ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:

"اَللھم عَلِّم معاویةَ الکتاب و الحساب، وقِهِ العَذاب".

"اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھا اور اُسے عذاب سے بچا"۔[مسند احمد]

اسی طرح مزید دعا فرمائی کہ:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا، وَاهْدِ بِهِ".

"اے اللہ! انہیں (معاویہ کو) ہادی مہدی بنادے اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے"۔ [سنن ترمذی: ۳۸۴۲،وقال حسن غریب]

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فضائل میں آتا ہے وہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا، اور یہ دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ، وَتَأْوِيلَ الْكِتَابِ".

"اے اللہ! اس کو میری سنت اور قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما"۔[سنن ابن ماجه:١٦٦، صحیح]

اصل واقعہ:

ظاہر ہے کہ دعا نبی ﷺ ان دونوں اصحاب کو ملی ہے، اور دونوں ہی علم وحکمت میں صحابۂ کرام میں مشہور تھے، چنانچہ جب ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے دربار میں آیتِ قرآنی سے استنباط کرتے ہوئے نصیحت کی کہ آپ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ سے جلدی بدلہ لے لیں جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۳ کی تفسیر میں ابن کثیر رحمہ اللہ اس جانب اشارہ کرتے ہوئے واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا﴾

"اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کردیا ہرگز ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو طاقت دے رکھی ہے کہ پس اسے چاہیے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بیشک وہ مدد کیا گیا ہے"۔

اگر کوئی شخص ناحق دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے تو اس کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے قتل پر غالب کردیا ہے۔ اسے قصاص لینے اور دیت لینے اور بالکل معاف کردینے میں سے ایک کا اختیار ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کے عموم سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی

سلطنت پر استدلال کیا ہے کہ وہ بادشاہ بن جائیں گے اس لیے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی مظلومی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے طلب کرتے تھے کہ وہ قاتلین عثمان سے قصاص لیں اس لیے کہ یہ بھی اموی تھے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی اموی تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس میں ذرا وقت طلب کر رہے تھے۔ ادھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مطالبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ تھا کہ ملک شام ان کے سپرد کر دیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تاوقتیکہ آپ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو نہ دیں میں ملک شام کو آپ کی زیر حکومت نہ کروں گا، چنانچہ آپ نے مع کل اہل شام کے بیعت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے انکار کر دیا۔ اس جھگڑے نے طول پکڑا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے حکمران بن گئے۔

اسی طرح معجم طبرانی میں یہ روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کی گفتگو میں ایک دفعہ فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں نہ تو وہ ایسی پوشیدہ ہے نہ ایسی اعلانیہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا، اس وقت میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ یکسوئی اختیار کر لیں، واللہ اگر آپ کسی پتھر میں چھپے ہوئے ہوں گے تو نکال لیے جائیں گے لیکن انہوں نے میری نہ مانی۔ اب ایک اور بات سنو اللہ کی قسم (سیدنا) معاویہ (رضی اللہ عنہ) تم پر بادشاہ ہو جائیں گے، اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

''جو مظلوم مار ڈالا جائے، ہم اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دیتے ہیں۔ پھر انہیں قتل کے بدلے میں قتل میں حد سے نہ گزرنا چاہیے الخ''۔

سنو یہ قریشی تو تمہیں فارس وروم کے طریقوں پر آمادہ کر دیں گے اور سنو تم پر نصاریٰ اور یہود اور مجوسی کھڑے ہو جائیں گے اس وقت جس نے معروف کو تھام لیا اس نے نجات پالی اور جس نے چھوڑ دیا اور افسوس کہ تم چھوڑنے والوں میں سے ہی ہو تو مثل ایک زمانے والوں کے ہو جاؤ گے کہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہو گئے۔

[طبرانی کبیر: ۳۲۰/۱۰]

خلاصہ:

من سب الصحابة ومعاوية

فهو كلب من كلاب هاوية !

ترجمہ: جو صحابہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہے تو وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

☆☆☆

مشاجرات صحابہ سے متعلق درست موقف

انتخاب وترجمہ: کفایت اللہ سنابلی

دکتور بدر بن ناصر العواد حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ”وإذا كان الإمساك هو الأصل العام لمنهج السلف، فإنه لاحرج من الخوض فيما شجر بين الصحابة إذا دعت الحاجة إلى ذلك كالرد على شبه المبتدعة“. قال الإمام ابن تيمية في بيان هذا الاصل :ولهذا أوصوا بالإمساك عما شجر بينهم، لأنا لا نسأل عن ذلك. كما قال عمر بن عبد العزيز :تلك دماء طهر الله منها يدي، فلا أحب أن أخضب بها لساني .وقال آخر: ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ لكن إذا ظهر مبتدع يقدح فيهم بالباطل، فلا بد من الذب عنهم، وذكر ما يبطل حجته بعلم وعدل . ولكن لا بد من أمرين: أحدهما:التثبت والتحقق فيما يروى عنهم فقد كثر الكذب والزيادة والتحريف فيه. ثانيهما: التماس أحسن المخارج لهم فيما ثبت عنهم في هذا الباب.

ترجمہ: منہج سلف کا عام اصول تو یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ سے متعلق خاموشی اختیار کی جائے، تاہم اس وقت اس معاملہ کی بابت لب کشائی میں کوئی حرج نہیں ہے جب اس کی ضرورت پڑ جائے، مثلاً بدعتیوں کے شبہات پر رد کرنا مطلوب ہو۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اسی وجہ سے سلف نے مشاجرات صحابہ سے متعلق خاموشی اختیار کرنے کی تاکید کی ہے کیونکہ اس معاملہ میں ہم سے سوال نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے: یہ ایسے خون تھے جن سے اللہ نے میرے ہاتھوں کو محفوظ رکھا ہے تو میں نہیں پسند کروں گا کہ اپنی زبان کو ان کے خون سے آلودہ کروں۔ اور بعض سلف نے ایسے موقع پر قرآن کی یہ آیت پڑھی: ”یہ جماعت تو گزر چکی، جو انہوں نے کیا وہ ان کے لئے ہے اور جو تم کروگے تمہارے لئے ہے۔ ان کے اعمال کے بارے میں تم نہیں پوچھے جاؤ گے“۔

لیکن جب کوئی ایسا بدعتی منظر عام پر آئے جو جھوٹی اور باطل چیزوں کا سہارا لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرے، تو ایسے موقع پر ضروری ہو جاتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کیا جائے، اور علم اور انصاف کے ساتھ ان باتوں کا ذکر کیا جائے جن سے اس بدعتی کے (مزعومہ) دلائل کا رد کیا جا سکے۔ [منهاج السنة النبوية: ٦/ ٢٥٤]

لیکن ایسی صورت میں دو چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے: مشاجرات صحابہ سے متعلق جو روایات ملیں ان کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیں، کیونکہ اس معاملے میں بکثرت جھوٹ بولا گیا ہے، اور بہت ساری باتیں اپنی طرف سے بڑھادی گئی ہیں، نیز واقعات کو خوب توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ مشاجرات صحابہ سے متعلق جو روایات ثابت ہو جائیں، ان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بہتر سے بہتر عذر تلاش کیا جائے۔ [النصب والنواصب :ص: ٣٤-٣٥]

رمضان کے بعد ہماری سرگرمیاں

کفایت اللہ سنابلی

رمضان کی آمد اور روزوں کی فرضیت کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [۲/بقرہ :۱۸۳]۔ یعنی فرضیت صوم کا مقصد یہی ہے کہ ہم تقویٰ شعار اور پرہیزگار بن جائیں، اور اس مقصد کے حصول کو آسان بنانے کی خاطر اللہ تعالیٰ رمضان کے شروع ہوتے ہی شیطانوں اور سرکش جنوں کو قید کر دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ [بخاری:۔ كتاب الصوم :باب هل يقال رمضان او شهر رمضان ، حديث نمبر ۱۸۹۹]۔

رمضان کی اس برکت وفضیلت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم مسلمان واقعی معنوں میں اس ماہ میں تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف مائل ہوتے ہیں اور روزوں کی پابندی کے ساتھ ساتھ نمازوں کا اہتمام بھی بڑھ جاتا ہے، باجماعت نماز تراویح کی ادائیگی اور قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے، صدقات وخیرات اور سخاوت وفیاضی کی فضا قائم ہوتی ہے، فسق وفجور بے ہودہ باتوں سے اجتناب اور پیار ومحبت اور اخوت و بھائی چارگی کا ماحول ہوتا ہے، علاوہ ازیں ذکر واذکار، دعا و استغفار، تسبیح وتحلیل، تکبیر وتحمید، صلاۃ وسلام، احسان وہمدردی، اطاعت وفرمانبرداری، دعوت وتذکیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

رمضان بعد ہماری ذمہ داریاں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: ”جَاءَ عُثْمَانُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِأَلْفِ دِينَارٍ، فِي كُمِّهِ، حِينَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِي حِجْرِهِ. فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ وَيَقُولُ: مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ“. [سنن الترمذی ت بشار:۶/۶۷، ۳۷۰۱]

لہٰذا صرف ایک ماہ میں عبادت کر لینے سے ہم مسلمانوں کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ہماری تمام عبادتوں کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رہنا چاہیے، ہمارے پروردگار کا یہی حکم وفرمان ہے، قدرے تفصیل ملاحظہ ہو:

(الف) موت تک عبادت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں تب تک عبادت وبندگی کرنے کا حکم دے رکھا ہے جب تک کہ ہماری موت نہ آجائے، ارشاد باری ہے:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتَّى يَأْتِيَکَ الْيَقِينُ﴾[۱۵/حجر:۹۹]

اوررسول اکرم ﷺ نے ایک صحابی کے خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے ارشادفرمایا:

”وَأَمَّا الْعُرْوَةُ فَهِيَ عُرْوَةُ الْإِسْلَامِ وَلَنْ تَزَالَ مُتَمَسِّكًا بِهَا حَتَّى تَمُوتَ“.

”اورتم نے جوحلقہ پکڑا تھا وہ اسلام کا حلقہ ہے اسے موت تک مضبوتی سے پکڑے رہنا“۔[حدیث نمبر ۲٤٨٤]۔

(ب) تقویٰ پر مداومت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزوں کی غرض وغایت بتلاتے ہوئےفرمایا:

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

”تا کہ تم متقی بن جاؤ“۔[۲/بقرہ:۱۸۳]

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾[۱۹/مریم:٦٣]۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾[۳/آل عمران:۱۰۲]۔

(ج) دین پر استقامت:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾

”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارارب اللہ ہے پھراسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اورغم نہ کرو(بلکہ)اس جنت کی بشارت سن لوجس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے“۔[٤١/فصلت : ۳۰]۔

”قُلْ: آمَنْتُ بِاللّٰهِ، فَاسْتَقِمْ“.[مسلم :۔ کتاب الایمان :باب جامع اوصاف الا یمان، حدیث نمبر ۳۸]۔

(د) اعمال صالحہ پر ہمیشگی :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: ”أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ“.[صحیح البخاری٦٥٦٤،٩٨/٨]

مَسْرُوقًا، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَيُّ العَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: الدَّائِمُ.[صحیح البخاری٦٤٦١،٩٨/٨]

مثلاً رمضان کے درج ذیل اوردیگر اعمال ہمیں ہمیشہ انجام دیتے رہنا چاہئے۔

(۱) شرعی تعلیم وتعلم:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم"

علم کا حاصل کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔[ابن ماجہ :۔ مقدمة باب فضل العلماء والحث علیٰ طلب العلم ، حدیث نمبر ۲۲٤ ،والحدیث صحیح انظر صحیح الترغیب رقم ۷۲]۔

اور بعض سلف کا قول ہے کہ ماں کی گود سے لے کر قبر میں جانے تک علم حاصل کرو، لہٰذا ہمیں علم سیکھنے کا سلسلہ رمضان بعد بھی رکھنا چاہیے۔

(۲) پنج وقتہ نمازیں:

﴿**فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ**﴾[۱۰۷/ماعون: ٤،٥]

﴿**إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ**﴾[۷۰/معارج: ۲۲،۲۳]

(۳) تراویح (تہجد):

عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ العَاص، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا عَبْدَ اللّٰهِ: "لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ، فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ"[البخاری:۱۱۵۲]

(۴) توبۃ النصوح:

(۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

......صحابہ کرام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر رحم کرے انہوں نے آخری وقت میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ نہیں چھوڑا۔ لہٰذا ہمیں بھی رمضان کے علاوہ دیگر دنوں میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتے رہنا چاہئے۔

"ارْفَعْ ثَوْبَكَ فَإِنَّهُ أَنْقَى لِثَوْبِكَ وَأَتْقَى لِرَبِّكَ".[فتح الباری لابن حجر:۲٦٤/۱۰]

مذکورہ امور کے علاوہ جو کچھ بھی ہم رمضان میں بطور عبادت انجام دیتے ہیں ان سب کا سلسلہ رمضان کے بعد بھی کسی نہ کسی طرح جاری رہنا چاہئے۔

رمضان بعد بد عملی کے نقصانات :

(الف) ایمان کی مٹھاس سے محرومی:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاوَةَ الإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ، بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ، مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ“. [بخاری: ۔ كتاب الايمان :باب من يكره ان يعود فی الكفر كما يكره ان يلقیٰ فی النار من الايمان ، حديث نمبر ۲۱]۔

(ب) ہدایت سے محرومی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾ [الرعد: ۱۱]۔

(ج) اللہ تعالیٰ سے بدعہدی:

﴿طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ﴾

”لوگ اگر اطاعت کریں، اچھی بات کہیں اور جب کام ہو جائے تو اللہ کے ساتھ (کئے ہوئے عہد میں) سچے رہیں، تو ان کے لیے بہتری ہے“۔[۴۷/محمد: ۲۱]۔

(د) اپنے ہاتھوں اپنی بربادی:

﴿وَلا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾

”اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا“۔[۱۶/نحل: ۹۲]۔

غرض یہ کہ رمضان بعد بدعملی کا شکار ہو جانے میں بہت سارے گھاٹے اور نقصانات ہیں، لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ جس طرح رمضان کا مہینہ ہم نے عبادت وریاضت میں گزارا ہے اسی طرح سال کا ہر مہینہ ہم عبادت ہی میں گزاریں، کیونکہ ہماری پیدائش کا مقصد صرف یہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾

”اور میں نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کے خاطر پیدا فرمایا ہے“۔[۵۱/ذاریات: ۵۶]۔

لہٰذا ہمیں اپنی ساری زندگی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت وبندگی کو لازم پکڑ لینا چاہئے۔ رب العالمین ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

رب کی خوشنودی میں ہے

ابوالبیان رفعتؔ سلفی

دونوں عالم کی سعادت رب کی خوشنودی میں ہے
عزت و رفعت شرافت رب کی خوشنودی میں ہے

راہِ شیطاں سے بغاوت رب کی خوشنودی میں ہے
اپنے ایماں کی حفاظت رب کی خوشنودی میں ہے

سارا عالم بھی مخالف ہو تو کوئی غم نہیں
صبر کی کوشش وطاقت رب کی خوشنودی میں ہے

اس جہاں میں سب کو خوش رکھنا کبھی ممکن نہیں
اپنوں اور غیروں کی طاعت رب کی خوشنودی میں ہے

کتنی ہی مشکل گھڑی ہو یا مصیبت کا پہاڑ
صبح کی راحت کی ضمانت رب کی خوشنودی میں ہے

موت و برزخ اور قیامت کے مراحل ہیں اٹل
قصر جنت کی وراثت رب کی خوشنودی میں ہے

یاد رکھنا نا امیدی کفر ہے رفعتؔ سدا
رحمت و بخشش، بشارت رب کی خوشنودی میں ہے

☆☆☆

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی کی ایک عظیم پیشکش

مسنون رکعاتِ تراویح
اور
شبہات کا ازالہ

نام کتاب: انوار التوضیح لرکعات التراویح (مسنون رکعات تراویح)

تالیف: ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر: اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی۔

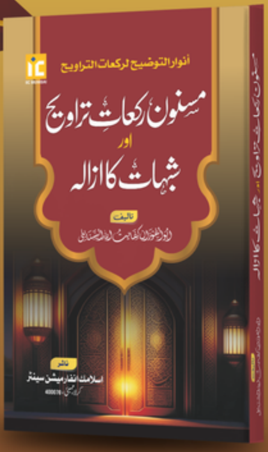

اس کتاب کی چند نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں

- اس موضوع سے متعلق تمام مرفوع وموقوف روایات کی جملہ اسانید پر سیر حاصل بحث ہے۔
- صحیح بخاری وغیرہ میں مروی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر احناف نے اضطراب کا جو اعتراض کیا ہے اس کا مفصل جواب پہلی بار اس کتاب میں قارئین پڑھیں گے۔
- رات کی نماز میں گیارہ رکعات سے زائد پڑھنا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس سلسلے کی جملہ روایات پر سیر حاصل بحث شاید اس کتاب کے علاوہ کسی اور مقام پر قارئین کو نہ ملے۔
- عہدِ فاروقی سے متعلق مؤطا کی روایت پر شذوذ وغیرہ کے جو اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں، ان کے مفصل جوابات بفضلہٖ تعالیٰ اس کتاب میں قارئین پہلی بار ملاحظہ فرمائیں گے۔

تابعی کا قول وعمل کسی کے یہاں بھی حجت ودلیل کی حیثیت نہیں رکھتا، لہٰذا تابعین سے متعلق جملہ روایات پر بحث نہیں کی گئی، تاہم یہ ضرور واضح کیا گیا ہے کہ تابعین میں ایک جماعت نے نمازِ تراویح میں مسنون تعداد، یعنی گیارہ رکعات ہی کو اپنایا ہے اور یہی راجح ہے۔

- ''جاء الحق'' نامی کتاب میں بیس رکعات کو سنت ثابت کرنے کے لیے بعض عجیب وغریب اور مضحکہ خیز استدلالات پیش کیے گئے تھے، اس کتاب میں ان کے تسلی بخش جوابات بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔ ※ علمائے احناف میں بہت سارے حضرات نے اعتراف کیا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح ہی پڑھی ہیں، اس سلسلے میں ایک کثیر تعداد کے حوالے، اصل کتابوں سے پیش کیے گئے ہیں۔

کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں : 70457 88254

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge, Welcome to Understanding"

الحمد للہ

تراویح کے موضوع پر اردو زبان میں ایک جامع کتاب

مسنون رکعاتِ تراویح
اور
شبہات کا ازالہ

تالیف: ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

چھپ کر آچکی ہے۔

کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں : 70457 88254

If Undelivered Please Return To
Ahlus Sunnah
Managed by : ILM Foundation

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post

Printed, Published & Owned By : Saad Khalid Patel | Printed at: Ravi Printers, G/22, Shalimar Industrial Estate, Matunga Laber Camp, Matunga, Mumbai-400019, Published at :106, Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai-400010
Editor : Shaikh Kifayatullah Sanabili Mobile : 8657458182